

﴿فَرْمَانُ الْهَنِّ﴾

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ وَلَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا
عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ طَإِنَّمَا يُؤْخِرُهُمْ لِيَوْمٍ
تَشَخَّصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْبِعِي رُءُ
وُسِّهِمْ لَا يَرَكُذُ إِلَيْهِمْ طَرُفُهُمْ وَأَقْيَدُهُمْ هَوَآءُ ۝

(ابراهیم، ۱: ۳۱۔ ۳۲)

”اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور
میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو
بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔ اور اللہ کو ان کاموں
سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم انجام دے رہے ہیں،
بس وہ تو ان (ظالموں) کو فقط اس دن کے لیے
مهلت دے رہا ہے جس میں (خوف کے مارے)
آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ لوگ (میدانِ حرث کی
طرف) اپنے سراپا اٹھائے دوڑتے جا رہے ہوں
گے اس حال میں کہ ان کی پلکیں بھی نہ جھپکتی ہوں گی
اور ان کے دل سکت سے خالی ہو رہے ہوں گے۔“
(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فَرْمَانُ نَبِيِّ﴾

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ

رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا
عَمِلَ الْجَنَّةُ؟ قَالَ: الصَّدَقُ إِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ، وَإِذَا
بَرَّ أَمِنَ، وَإِذَا أَمِنَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا
عَمِلَ النَّارُ؟ قَالَ: الْكَذَبُ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ فَجَرَ، وَإِذَا
فَجَرَ كَفَرَ، وَإِذَا كَفَرَ دَخَلَ يَعْنَى النَّارَ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

”حضرت عبداللہ بن عمر ورضی اللہ عنہما“

روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جنت (میں لے جانے) والا عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سچ بولنا۔ جب آدمی سچ بولتا ہے تو وہ نیکی کرتا ہے اور جب وہ نیکی کرتا ہے تو گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جب وہ (گناہ سے) محفوظ ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دوزخ (میں لے جانے) والا عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ۔ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ برائی کرتا ہے اور جب برائی کرتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے اور جب کفر کرتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔“

(ماخوذ از المنهاج السوی، ص ۲۸۲)

حمد باری تعالیٰ

نعت رسول مقبول ﷺ

دل میں ہو یاد تری گوشہ تھائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آستانے پر ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو

اس کی قسمت پر فدا تخت شہی کی راحت
خاک طیبہ پر جسے چین کی نیند آئی ہو

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے
ایسے کیتا کے لئے ایسی ہی کیتا ہو

کبھی ایسا نہ ہوا ان کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھلے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو

بند جب خواب اجل سے ہوں حسن کی آنکھیں
اس کی نظروں میں ترا جلوہ زیبائی ہو

دائمًا لازوال تیری ذات
شان اوج کمال تیری ذات

دنیوی، اخروی ہر مرحلے میں
لے گی مجھ کو سنبھال تیری ذات

حدِ ادراک سے ہے تو آگے
ماورائے خیال تیری ذات

ہر زمانے کا تو ہی خالق ہے
استقبال و حال تیری ذات

عالم غیب داں خبیر و علیم
آشناۓ مآل تیری ذات

تو مکان و جہت سے یکسر پاک
اے کہ بے خود خال تیری ذات

عقل پیر میں ٹو سمائے کہاں
بیرون از قیل و قال تیری ذات

(ضیاعنیر)

(مولانا حسن رضا بریلوی)

(اداریہ) منہاج القرآن کی دوسری تاریخی ویبلے کا نفرنس

اسلام اور پیغمبر اسلام مبلغت کے حوالے سے مظہم انداز میں پراپرینگنڈ کے ذریعے جو گردائی گئی اس نے دنیا میں بنتے والے کروڑوں ذہنوں کو آلودہ کیا ان حالات میں لازم تھا کہ دنیا کے سامنے اسلام کا حقیقی چہرہ لایا جائے پھر تحریک منہاج القرآن کے بانی سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے گذشتہ سال 10 مارچ کو لندن میں اٹر پیش میڈیا کے سامنے دہشت گردی اور خودکش حملوں کے خلاف تاریخی فوٹی ڈیا 600 صفحات پر مشتمل ان کے فتوے کو پوری دنیا میں زبردست پذیری ملی اس طرح دنیا کے مختلف ممالک میں بنتے والوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات تک رسائی مکمن ہوئی اور لاکھوں مسلمان نوجوان جو یکطرفہ پر اپنگنڈ کے باعث پھسل کر خودکش حملوں کیلئے ایندھن بن سکتے تھے، ان کے قدم رک گئے۔ شیخ الاسلام کے فتوے نے دنیا کے سامنے اسلام کا حقیقی ولہ و یو رکھا انہوں نے ایسے موقع پر یہ تاریخی کردار ادا کیا جب عالم اسلام کی طرف سے دہشت گردی کے خاتمے کیلئے واقعی اتنی بڑی کاوش کی شدید ضرورت تھی۔ اسلامی دنیا کی طرف سے دہشت گردی کے واقعات کی مذمت تو کی جا رہی تھی مگر اسلام کے حقیقی موقف کو سامنے لانے والی چند تجھیف اوازیں دنیا کا پہنچ طرف متوجہ نہ کر سکیں۔ ان حالات میں ڈاکٹر طاہر القادری نے قرآن و سنت کے مضبوط دلائل کے ساتھ پوری انسانیت کی رہنمائی کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ دہشت گردی کے ناسور کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ خود کو مسلمان کہلانے والے دہشت گروں کی حقیقت بھی انہوں نے خوبی سے دنیا پر واخخ کر دی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے دنیا بھر کے کروڑوں لوگوں تک اپنائی موثر انداز میں اسلام کی رہنمائی گلکر کو پہنچایا۔ ان کے فتویٰ کی توثیق اسلامک ریسرچ کو اس الازم ہر یونیورسٹی مصر نے بھی کی اور ان کی مساعی کو عظیم کارنامہ قرار دیا۔ بعد ازاں امریکہ، یوکے اور یورپ میں ہونیوالے یا پھر زکے دوران ڈاکٹر طاہر القادری نے دنیا بھر کے امن پسند کارلز اور لوگوں کو جہاد کا حقیقی تصور سمجھانے کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے خاتمے کیلئے عملی طور پر کردار ادا کرنے کی اپیل بھی کی۔

اپنیا پسندی اور دہشت گردی کے مذموم عمل کے خاتمے کے تسلسل میں تحریک منہاج القرآن برطانیہ کی امن برائے انسانیت کا نفرنس 24 ستمبر (ہفتہ) کو "محمد ﷺ رسول رحمت" کے عنوان سے (ویبلے ایرینا) لندن میں ہوئی جسمیں مسلم، میتی، یہودی، ہندو، سکھ اور بدھ مت رہنماؤں نے عالمی امن کے قیام کیلئے اجتماعی دعا میں شرکت کی اور پوری دنیا کو میں المذاہب رواداری اور امن کا آفاق پیغام دیا۔ کا نفرنس میں یورپ، یوکے اور امریکہ سمیت دنیا بھر سے 12000 افراد نے شرکت کی اور یہ UK کی تاریخ میں ہونیوالے والی مسلمانوں کی سب سے بڑی کا نفرنس تھی۔ کا نفرنس کی کارروائی QTV اور minhaj.tv پر براہ راست پوری دنیا میں دیکھی گئی اس طرح بالواسطہ طور پر کروڑوں افراد اس میں شریک ہوئے۔

ویبلے ایرینا میں ہونیوالی یہ کا نفرنس 2007ء سے تحریک منہاج القرآن کے تحت ہونیوالے الحدایہ کیمپس کا تسلسل تھی، فرق یہ ہے کہ پہلے یہ تین روز پر مشتمل تھی اور اسے برلنگام کے قریب واروک یونیورسٹی میں منعقد کیا جاتا تھا، اسال اسے لندن کے تاریخی ویبلے ایرینا میں ایک روزہ کر دیا گیا تھا۔ تحریک منہاج القرآن کے تحت 23 سال بعد ہونے والی دوسری کا نفرنس تھی۔ پہلی کا نفرنس کی صدارت قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگلابیؒ نے 1988ء میں کی تھی۔ ویبلے کا نفرنس عالم اسلام کا ایسا نمائندہ اجتماع تھا جس میں دنیا بھر سے نامور مسلم کارلز نے خصوصی مقامے پڑھے۔ ان میں الاظہر یونیورسٹی مصر کے وائس چانسلر پروفیسر داکٹر اسماعیل انصبیر، صدر منہاج القرآن پریم کونسل شیخ حسن حسینی الدین القادری، محترم غزالہ حسن قادری، محترم مخدیجہ اسٹکنشن، پیر سید عبدالقدار جمال الدین، ڈاکٹر محمد التاوی، سوڈان کے متاز سکارلز شیخ احمد بابکر، یوکے سے پیر عبد القادر شاہ جیلانی، برطانیہ سے پیر فیاض اکسن سروری درگاه عالیہ سلطان باہم، پاکستان سے پیر محمد امین الحنف شاہ سجادہ نشین سعیدہ شریف، مقدوں یہ سے میموٹ کر کش، مسٹر نعیم جبلی اور یونیشن ایگزیکٹو کیشوں کو نسل تحریک منہاج القرآن برطانیہ کے صدر اخشن علامہ محمد افضل سعیدی شامل تھے جبکہ قاری سید صداقت علی، قاری وحید، فویدی چشتی اور مسلم بیانی چیزیں کے چیزیں میں صاحبزادہ سید الحسنین اور بڑی تعداد میں دیگر نامور علماء و پیران کرام نے بھی شرکت کی۔ پاکستان سے تحریک منہاج القرآن کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر رحیق احمد عباسی کی قیادت میں نائب ناظم اعلیٰ جی ایم ملک اور مرکزی ناظم اجتماعات جواد حامد پر مشتمل سرکی وفد نے خصوصی شرکت کی۔

امن برائے انسانیت کا نفرنس میں وزیر اعظم برطانیہ ڈیوڈ کیروون، ڈپی وزیر اعظم نک کلیک، اپوزیشن لیڈر ایڈی ملی بینڈ، یکٹری جزل اقوام متحده باکی مون، OIC یکٹری جزل ڈاکٹر ایک کلیل ڈن، آرچ بیچ آف کیمپری بری ڈاکٹر رووان ولیز، لیبر پارٹی کے MP سٹیفن ٹری، واکس چیزیں کرنزرو یو پارٹی ایمیکی فارگوٹ بیجز اور دیگر کے خصوصی دیہی یو اور تحریری پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بارہ ہزار سے زائد کے اجتماع اور عالمی میڈیا کے ذریعے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے امت مسلمہ کے نوجوانو! دنیا میں انسانیت کی فلاں و بہبود، عزت و احترام اور امن و امان کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور اسلام کے بیوی کاروں سے قطع تعلقی کر کے محمد عربی شیخیت کے اسلام کے سچے

پیروکار بن جاؤ، القاعدہ کو رد کر کے قرآن حکیم کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا اور حصنا بچھوٹا بنا لوا۔ جہاد کے نام پر دہشت گردی دراصل فساد ہے جس کا اسلام اور امت مسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نائیں ایلوں کے دل خراش واقعہ اور اس کے نتیجے میں ہونے والے اقدامات کی وجہ سے گذشتہ دس سالوں میں دنیا میں بے انتہا بے گناہوں کا خون بہہ چکا، غاذیان بر باد ہو گئے انسانی زندگی اور قدریں اس کے اثرات سے مفلوج ہو کر رہئی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس سلسلے کو فوری طور پر ختم کیا جائے اور جس طرح حضور اکرم ﷺ کے دور میں بھرت مدینہ کے ساتھ اسلام کے نئے دور کا آغاز ہوا تھا ایک دفعہ پھر ویسے ہی دین اسلام کی عزت و عظمت کی بھال کے دور کا آغاز کر دیا جائے جائے امت مسلمہ کے نوجوان آج سے محبت و امن پر مبنی اسلام کا بیقاوم برکانیہ و یورپ سیست دنیا بھر میں تحریک کی صورت میں شروع کر دیں اور اپنے آئینوں میں چھپے دشمن اسلام کی سازشوں اور ارادوں کو ناکام بنا دیں۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا کہ مغربی میڈیا نے جس ۹۹ فیصد داں پسند اکثریت کی آواز پر صرف ایک فیصد بد اداں اور انتہا پسند اتفاقیت کو ترجیح دے رکھی ہے اب اس پالیسی کو بھی تبدیل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ انتہا پسندی اور دہشت گروانہ سوچ کا زمانہ بیت چکا اب دنیا بھر میں آمریت کا خاتمہ کر کے جہودیت کو متعارف کروایا جانا چاہیے جو کہ اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہے۔ عالم کو ان کے بنیادی حقوق اور آزادانہ زندگی گزارنے کا حق دیا جائے۔ انسانیت کے درمیان پیدا ہونے والی دوازوں اور زخموں کو بھرے کار مرحلا آگیا ہے۔ آج کی کافر نس ایک دفعہ پھر انتہا پسندی اور دہشت گردی کی ہر شکل کی غیر مشروط مددت کرتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ تمام مذاہب اپنے عقیدوں پر قائم رہتے ہوئے تھد ہو جائیں تاکہ دنیا میں عالمی امن قائم ہو سکے۔ ہمیں مل کر حرم بھتی اور عزت کی بنیاد پر دنیا سے خوف بخترت اور انتہا پسندی کا خاتمہ کر کے انسانیت کو منی آزادی اور خداوت کی آواز ہوتا ہو جہاں خفتر کی بجائے محبت کا ماحول ہو جاں فالصلوں کی جگہ قربتیں لے لیں، جہاں حسد کی بجائے تعریف کی جاتی ہو جہاں سبز اور روش خیلی ہو۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کہا کہ میں دنیا کو ایسے امن بخڑ کی ماند و یکھنا چاہتا ہوں جہاں محبت کے فوارے چلتے ہوں ان فواروں سے آزادی، حرم، خداوت اور ایک دوسرا کو سمجھنے اور بڑا شست کرنے والی نہیں بھتی ہوں۔ ان نہروں سے انسانیت کی عظمت و اخلاقیات سے بخوبی ہوتا ہو۔ اس باغ کی زمین کو انیلی قدوں سے زرخیز کر کے اچھی نیت کے خالص نتیجے بوجے جائیں۔ اس باغ کے ہم سب مالی ہوں جبکہ اس کے چھپوں سے پوری عالم انسانیت لطف انہوں ہو۔ انہوں نے کہا دنیا جان لے کہ دہشت گردی، انتہا پسندی اور بد امنی کا اسلام یا امت مسلمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دنیا بغض نام نہاد مذہبیوں کی غیر اسلامی کارروائیوں کو بنیاد بنا کر امت مسلمہ کو نشانہ بنانے کی اپنی پالیسیوں پر نظر ٹالنی کرے۔ عالمی طائفیں دنیا بھر میں ظلم و ستم کا خکار اسلامی مملک کو بھی ان کے حقوق دلوانے اور مسئلہ فلسطین و کشمیر کے مصروفانہ حل لیئے میدان میں آئیں۔

انہوں نے کہا کہ اسلام امن و امان، انسانیت کے احترام اور معاشرتی عدل و انصاف کا دین ہے۔ اس کے پیروکار حیوانات و بیانات کی فلاخ و بہبود کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ انہوں نے آخر میں کہا تحریک مہماج القرآن نے عالمی سطح پر امت مسلمہ کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تقریر کے دوران اکثر اوقات تالیبوں، نعروں اور کھڑے ہو کر شرکاء کی جانب سے ان کے الفاظ کی حمایت کی جاتی رہی۔ مہماج القرآن اٹریٹیشن کے زیر اعتمام منعقدہ کافر نس میں عیسائی، یہودی، ہندو، بدھ مت، بکھر اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی جبکہ ایک موقع پر تمام مذاہب کے رہنماؤں اور پیروکاروں نے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق دنیا میں امن و امان کے لیے دعا میں کیے۔ بعد ازاں ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں ہاتھ ڈال کر اجتماعی دعا بھی کی گئی۔ اس موقع پر ہاں میں موجود ہزاروں شرکاء کھڑے ہو گئے اور ہاں اللہ اللہ کے ورد سے گونج اٹھا اور قصیدہ بروہ شریف کے کریف ورد نے لنڈن میں ویبلے ارینا کو عشق و مسیٰ و کیف سرور سے بھپور ایک عجیب ماحدوں سے لبریز کر دیا۔ قبل ازیں محترمہ خدیجہ ایلنشن نے ایک 24 نکالی دستاویز پڑھ کر سنائی ہے انتہا پسندی کے خلاف مراجحت اور عالمی امن کے لیے اعلان لنڈن 2011ء کا نام دیا گیا۔ جسے پر فتح اور آن لائن صورت میں دھنیتی ہم کے لیے رکھتے ہوئے کو لوگوں کی توجہ کے لیے جاری کیا گی اور اس بات کو تینی بنا نے کا عہد کیا کہ اس سال کے اختتام تک اس دستاویز پر دس لاکھ سے زیادہ افراد دخخط کریں گے۔

تحریک مہماج القرآن کی امن برائے انسانیت کا فرنس جہاں دنیا سے انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے نیادی کردار ادا کرے گی وہاں دنیا کو اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی تعلیمات تک رسائی فراہم ہوگی جس کی روشنی میں دنیا کے مختلف مذاہب کے پیروکار اپنے ملکوں میں امن کے قیام کے لئے موثر کردار ادا کر سکیں گے۔ مذہب کی بنیاد پر پائی جانے والی نفرت کے خاتمے اور بین المذاہب رواہاری کے کلچر کو عام کرنے میں یہ کافر نس پیغاماً بہت بڑا کردار ادا کرے گی۔ میقتضی قریب و بیدک پر امن دنیا کے اربوں انسان اس تاریخی کافر نس کو عالمی امن کے لئے ایک نیا دل کے طور پر یاد کریں گے اور شیخ الاسلام کی شخصیت ان کے لئے ایک ایسی مسیجا کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہے گی جنہوں نے ایسے کڑھے وقت میں دنیا کو امن کی منزل کا یقین دلایا جب اس کا وجود آگ و خون میں کھوچکا تھا اور اسکی تلاش کی امیدیں بھی دم توڑ بچل تھیں۔

دروع وسلام کی اہمیت وفضیلت

مجلس ختم الصلوٰۃ علی النبی ﷺ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب
(قطع اول)

ترتیب و تدوین: محمد حسین آزاد الازھری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النّبِيِّ طَائِيْهَا الْدِيْنَ امْنَوْا صَلُوْا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب، ۳۳: ۵۶)

ذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی عیاض رحمة الله عليه نے الشفاء، (ج: ۱، ص: ۲۰) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیتے ہیں۔ اس کے بعد مومنوں کو حکم ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! تم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھیجو۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ جو بطور خاص حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان، علوم رتبت اور مقام رفیع کے اظہار کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اس میں اللہ ﷺ نے پہلے خبر دی ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النّبِيِّ .

”بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیتے رہتے ہیں۔“

اس خبر میں اللہ رب العزت نے پہلے اپنا اور ملائکہ کا عمل بیان فرمایا، پھر ہمیں حکم دیا ہے کہ
يٰاٰيُهَا الْدِيْنَ امْنَوْا صَلُوْا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا تَسْلِيْمًا

”اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں الْحَمْدَ سے وَالنَّاسُ تک اس مقام کے سوا کسی جگہ پر بھی ایسا حکم نہیں دیا کہ حکم دینے سے پہلے خبر دے کہ میں خود یہ کام کرتا ہوں۔ اس سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ۱۔ حضور اقدس ﷺ کی یہ عظمت و خصوصیت آپ ﷺ کا نفعیب ہے، جس کی کوئی اور مثال نہ پورے

قرآن پاک میں ہے، اور نہ ہی تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی اور رسول کے بارے میں اس طرح کی کوئی آیت نازل ہوئی۔

۲۔ سیدنا آدم ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لئے جو عمل منتخب کیا اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ خود شریک نہ ہوا بلکہ یہ عمل فرشتوں سے کروایا مگر جب اپنے پیارے محبوب ﷺ کی عظمت و شان بیان کرنے کا وقت آیا تو دنیا والوں کو واضح طور پر مطلع کر دیا کہ سنو! میرے محبوب کی شان ملائے اعلیٰ میں کیا ہے، وہاں پر ایک ہی ذکر ہوتا ہے جو اللہ بھی کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تو اپنا ذکر نہیں کرتا اور نہ اپنی تسبیح بیان کرتا ہے بلکہ وہ صرف ایک ہی ذکر کرتا ہے جس کے متعلق قرآن حکیم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اپنے محبوب ﷺ کا ذکر بلند کرتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الْمُنْشَرِحُ، ۹۴)

”اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت ہر جگہ) بلند فرمادیا۔“

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَكِتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ. (الاحزاب، ۳۳:۵۶)

”بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔“

امام بخاریؓ نے حضرت ابوالعالیہ تابعؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے:

صَلَوةُ اللَّهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ إِنْدَ الْمَلَكَةِ.

(بخاری، الصحيح، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب، ۴: ۲۸۲)

”اللہ تعالیٰ ملائکہ کے اجتماع میں (اپنی شان کے لائق) اپنے محبوب ﷺ کی شان بیان کرتا ہے۔“
کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان وہی جانے جس نے آپ ﷺ کو شان سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے مطابق علم تھا کہ میں نے اپنے محبوب ﷺ کی تعریف کرتے رہنا ہے، لہذا پہلے ہی نام ”محمد (ﷺ)“ رکھ دیا یعنی وہ ذات جس کی بار بار اور بے حد و حساب تعریف کی جائے۔

مذکورہ حدیث میں ثناًوٰہ علیہ عنہ الملائکہ (ملائکہ کے سامنے حضور ﷺ کی شان بیان کرنا) سے

معلوم ہوا کہ ملائکہ کے بے حد و حساب اجتماع میں اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اپنی شان کے لاکن اپنے محبوب ﷺ کی عظمت و شان بیان کرتا ہے گویا سارا عرش، ملاء اعلیٰ اور پوری کائنات گوشہ درود ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بلا کر ارشاد فرماتا ہے کہ آؤ! میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

درود میں غلامِ مصطفیٰ ﷺ کا حصہ

ایک اور مقام پر حضور ﷺ کی امت کے غلاموں پر درود بھیجئے کا ذکر آیا ہے۔ جب آیت کریمہ: إِنَّ
اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو صحابہ کرام ﷺ نے آپ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی نعمت آقا ﷺ کو عطا کرتا ہے اس میں سے ہمارے پیکر جود و سخا آقا ﷺ از راہ لطف و کرم امت کے لئے حصہ ضرور عطا کرتے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ جس میں اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اتنی عظیم نعمت و فضیلت ہے جس میں سے ہمیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور عطا ہوگا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رض نے اس سلسلے میں بارگاہ محبوب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اس کرم اور خاص نعمت سے ہمیں بھی حصہ عطا ہو گا؟ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرايل عليه السلام نے حاضر خدمت ہو کر آقا ﷺ کو خوشخبری دیتے ہوئے محبت بھرا پیغام پہنچایا:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجُكُمْ مِنَ الظُّلُمَتِ إِلَى النُّورِ طَوَّكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ

رجیماً (الاحزاب، ۴۳: ۳۳)

”وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندر ہیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ موننوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے“

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جہاں درود پڑھا جائے وہاں نور پیدا ہوتا ہے پس جہاں نور پیدا ہوتا ہے وہاں اندر ہی رختم ہو جاتا ہے۔ لہذا درود و سلام پڑھنے والے اہل نور ہوتے ہیں اور درود نہ پڑھنے والے اہل ظلمت ہوتے ہیں۔ چنانچہ نکورہ آیت میں امتوں کے لئے بھی خوشخبری ہے۔ اول الذکر آیت مبارکہ اور اس آیت مبارکہ کے اسلوب بیان میں ایک واضح فرق ہے۔ اس آیت میں جو فعل ہے اس میں صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یُصَلِّی کے فعل کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ واو! عطف لگا کر فرشتوں کا الگ ذکر کیا ہے۔ یعنی جب موننوں پر درود بھیجئے کا ذکر کیا تو فرمایا: يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ یعنی میں الگ بھیجتا ہوں اور فرشتے الگ بھیجتے ہیں پھر اپنے محبوب ﷺ پر بھیجے جانے والے درود میں فرشتوں کو فرمایا آؤ! مل کر ان پر درود بھیجتے ہیں تو

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر انفرادی اور اجتماعی طور پر بھی درود و سلام پڑھنا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی سنت ہے۔

فرشتوں کو درود میں ساتھ ملانے کا سبب

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود حضور ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ فرشتوں کو بھی ساتھ ملائے کیا اس کا اپنا درود بھیجنما کافی نہیں ہے؟

اس سوال کا جواب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ 'الشیرک الكبير'، ۲۲۸: ۲۵، میں تحریر کرتے ہیں کہ جن پر باری تعالیٰ ہر وقت درود بھیجتا رہتا ہے انہیں کسی اور کیا محتاجی ہے۔ وہ فرشتوں کو اس لئے ساتھ ملاتا ہے تاکہ فرشتوں کو بھی ایسا کرنے سے شرف و عزت ملے۔ جب اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو آقا ﷺ کو عزت ملتی ہے مگر جب فرشتے اور مخلوقات آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں تو اس سے درود بھیجنے والوں کو عزت ملتی ہے اور ان کی اپنی شان بلند ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ أُمَّتِي صَلَاةً مُخْلصًا مِنْ قَلْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ، وَكَتَبَ لَهُ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحْىٌ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّنَاتٍ.

(نسائی، السنن الکبریٰ، ۲۱: ۶، رقم: ۹۸۹۲)

”میری امت میں سے جو بھی خلوص نیت سے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں دس مرتبہ اس پر (اصورتِ رحمت) درود بھیجتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرمادیتا ہے اور دس نیکیاں اس کے حق میں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے۔“

یعنی اس کی اپنی بخشش ہوتی ہے، اس کے لئے جنت کا راستہ ہموار ہوتا ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

دوسری حدیث میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ أُولَئِي النَّاسِ بِي أَكْثَرُهُمْ عَلَيٌ صَلَاةً.

(خطیب بغدادی، الجامع الاخلاق الرأوى وآداب السامع، ۱۰۳، ۲، رقم: ۱۳۰۴)

”قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہو گا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے والا ہوگا۔“

آپ ﷺ کا کوئی ایسا فرمان نہیں ملتا کہ امتیوں کے درود و سلام سے میری عزت و تکریم بلند ہوتی

ہے۔ حضور ﷺ کو فائدہ صرف اللہ تعالیٰ کے درود کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درود حضور نبی اکرم ﷺ کو ہر ایک سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

اسی طرح موننوں کو حکم دیا گیا کہ

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب، ۵۶:۳۳)

”اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ موننوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے آقا اللہ علیہ السلام پر درود بھیجنے میں شامل کیا تاکہ مونن بھی شفقت و رحمت کے مستحق ٹھہریں۔

درود شریف قطعی القبول عمل ہے

یاد رکھیں! کوئی عمل اور عبادت ایسی نہیں جس کا قبول ہونا حتمی اور قطعی ہو جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ و خیرات، جہاد و دیگر اعمال صالحہ اور ہر عبادت ظنی القبول ہے چاہے مولا قبول کرے چاہے نہ کرے مگر درود و سلام ایسا عمل ہے جو قطعی القبول ہے۔ ادھر درود پڑھنے والے نے درود پڑھا اور ادھر اسی لمحے اسے شرف قبولیت بخشا جاتا ہے۔ فاسق و فاجر اور گنہگار کا نیک عمل تو رد ہو سکتا ہے مگر درود و سلام ہرگز رد نہیں ہوتا کیونکہ اس کا عامل اس کی اپنی ذات نہیں بلکہ خدا کی ذات ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ قطعی القبول ہے جیسے نماز پڑھنا اس کا حکم ہے اس کا قائم کرنا ہم پر فرض ہے اس لئے ہم کہتے ہیں:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ (الفاتحہ، ۱:۴)

”(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تھجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔“

مگر درود شریف پڑھنے کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب، ۵۶:۳۳)

”اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“

ایک ایمان افروز نکتہ

ارشادِ ربانی کے تحت ہمارے لئے درود پڑھنا فرض قرار دیا گیا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ ہم جواب میں

یوں کہتے: إِنَّا نُصَلِّي عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

(یا رسول اللہ! بے شک ہم آپ پر درود بھیتے ہیں)

یا یوں کہتے: نَحْنُ نُصَلِّی عَلَيْکَ یا رَسُولَ اللَّهِ

(پا رسول اللہ! ہم آپ پر درود بھیجتے ہیں)

مگر اس کی بجائے ہمیں درود پڑھنے کا طریقہ یوں سکھایا گیا کہ:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ ”اَللَّهُ تَوَلَّهُ مَنْ شَاءَ“ پر درود بھیجھے۔

حالانکہ اس نے ہمیں حکم دیا تھا کہ اے ایمان والو! صَلُوا عَلَيْهِ (تم درود بھیجو) بجائے اس کے کہ ہم کہتے کہ ہم درود بھیجتے ہیں۔ ہم نے پٹ کر اللہ تعالیٰ ہی سے عرض کیا مولا تو ہی بھیج۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے تو جتنا بھی نیک اور صالح ہو جائے پھر بھی عیب، نقص اور کمزوری سے پاک نہیں ہو سکتا جبکہ میرا محبوب طاہر و مطہر ہے۔ لہذا میری بارگاہ میں درخواست کرو کہ اے اللہ! ہم اس قابل نہیں ہیں۔ لہذا تو ہی اپنے محبوب ﷺ پر اپنی شان کے لاٹ ہماری طرف سے درود بھیج دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے درود کو تو اپنے محبوب ﷺ پر درود نہ کوئی بھیج سکتا ہے اور نہ ہی بھیجنے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ میں اپنا بھی بھیجوں میرے سوا میرے مصطفیٰ ﷺ پر درود نہ کوئی بھیج سکتا ہے اور نہ ہی بھیجنے کا حق ادا کر سکتا ہے۔ میں اپنے کا اور تمہارا بھی اور جو مجھے یہ درخواست کرے گا اس کے نامہ اعمال میں بھی درود لکھا جائے گا۔ یہ اس لئے کہ ہمیں مقام مصطفیٰ ﷺ کا نہ ادراک ہے اور نہ ہی معرفت، بقول شاعر:

اگر خاموش رہوں میں تو ٹو ہی ہے سب کچھ جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا مدد و د

شانِ محبوبت

اس میں ایک اور نکتہ یہ بھی کارفرما ہے کہ مذکورہ پوری آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بات کی ہے مگر آپ ﷺ کا نام نہیں لیا۔ دیگر انبیاء کی جب بھی بات کی ہے ان کا نام لے کر پلاٹا سے۔ فرمایا:

يَا أَدُمْ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ. (البقرة، ٢ : ٣٥)

”اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو۔“

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کو مناسب کر کے فرمایا:

يَنُوحُ اهْبِطْ بَسْلَمٌ مِّنَا. (هود، ١١: ٤٨)

”اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ۔“

حضرت ابراہیم ﷺ کا نام لیا تو فرمایا:

وَنَادَيْهُ أَنْ يَابْرِهِيمُ ۝ قَدْ صَدَقْتِ الرُّؤْبَيَا. (الصَّفَت، ۳۷: ۱۰۴ - ۱۰۵)

”اور ہم نے اسے ندادی کہ اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچا کر دکھایا۔“

حضرت داؤد ﷺ کو پکارا تو فرمایا:

يَلَدَأُذْ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ. (ص، ۲۶: ۳۸)

”اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا۔“

حضرت عیسیٰ ﷺ سے خطاب کیا تو فرمایا:

يَعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيَكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ. (آل عمران، ۳: ۵۵)

”اے عیسیٰ! بیشک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں۔“

حضرت زکریا ﷺ کو بلایا تو فرمایا:

يَلِزَكِرِيَّا إِنَّا نُبِشِّرُكَ. (مریم، ۷: ۱۹)

”اے زکریا! بے شک ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں۔“

اسی طرح جب حضرت میحیٰ ﷺ کو پکارا تو فرمایا:

يَسِيحُّي أَخْذِ الْكِتَبَ بِقُوَّةٍ. (مریم، ۱۲: ۱۹)

”اے یحیٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔“

مذکورہ بالا چند مثالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیگر انبیاء علیہم السلام کو جب بھی بلایا تو

برہ راست نام لے کر بلایا، مگر الْحَمْدُ سے وَالنَّاسُ تک پورا قرآن گواہ ہے کہ جب اپنے پیارے

حبيب ﷺ کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی آپ کو نام لے کر نہیں بلایا مثلاً:

۱۔ إِنَّ أَوَّلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوا هَذَا الَّبَيْهُ وَهَذَا الَّبَيْهُ وَالَّذِينَ امْنَوْا وَاللَّهُ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

(آل عمران، ۳: ۶۸)

”بیشک سب لوگوں سے بڑھ کر ابراہیم کے قریب (اور حقدار) تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان

(کے دین) کی پیروی کی ہے اور (وہ) یہی نبی اور (ان پر) ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔“

منکورہ آیت میں ایک نبی کو جو جد الائمیاء ہیں کا نام لے کر پکارا ہے مگر نبی آخر الزمال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نام لے کر نہیں بلکہ نبی ﷺ کہہ کر پکارا اور ایک جگہ فرمایا:

۲۔ يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (الاحزاب، ۳۳: ۴۵)

”اے نبی (مکرم)! بیٹھ کم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (خُن آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

۳۔ يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلَّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ. (المائدہ، ۵: ۶۷)

”اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (سب لوگوں کو) پہنچا دیجئے۔“

۴۔ يَأَيُّهَا الْمُرْءَمُلُ. (المزمل، ۱: ۷۳) ”اے کملی کی جھرمٹ والے (حباب!)“

۵۔ يَأَيُّهَا الْمُدَّثِرُ. (المدثر، ۱: ۷۴) ”اے چادر اوڑھنے والے (حباب!)“

پھر کہیں یسیں اور کہیں طہ کہہ کر پکارا۔ ہر جگہ اور ہر دفعہ نئے القاب استعمال کئے اور پیار بھرے ناموں سے پکارا۔ مگر ذاتی نام سے نہیں بلایا، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی تعلیم و تکریم اور ادب و احترام کی تعلیم دی ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم جب بھی آپ ﷺ کا نام لیں تو بڑی محبت و عقیدت اور ادب و احترام سے لیا کریں۔ نام سے پہلے سیدنا و مولانا ملا کر پڑھیں اس طرح نام کی برکت بھی ملے گی اور نام الاپنے کی برکت بھی نصیب ہوگی۔

ایک نہایت ہی اہم بات جو اس آیت مبارکہ سے سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ چوتھیں ہزار انمیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے، مگر کسی بھی نبی کی امت کو اپنے نبی کے لئے درود بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ پہلا حکم ہے جو امت محمدیہ کو اپنے پیارے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے لئے دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی رفت و بلندی درجات کے لئے خود بھی ہمہ وقت درود بھیجندا رہتا ہے اور آپ ﷺ کے امتيوں کو بھی ایسا کرنے کا حکم فرمایا۔

قرآن مجید کے بعد ادب احادیث نبویہ سے درود و سلام کی فضیلت اچاگر کی جاتی ہے۔
(جاری ہے)

دروس سلوک و تصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن ائمہ مشیش

دروس سلوک و تصوف کی تعلیم کے بنیادی مقاصد

دروس سلوک و تصوف میں اب تک ہم تصور بٹ کائنات، انسان، علم، عقل، اقدار اور کائنات کے بارے میں مختصر گفتگو کرتے رہے ہیں۔ تا کہ قارئین اور راه طریقت پر چلنے کا ارادہ رکھنے والوں کے ذہن میں خالق آفاق و انس کی قدرت، طاقت، عظمت اس کی منشا اور رضا، کائنات اور انسان کی تحقیق کا مقصد، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کے اسباب و ذرائع اور معاشرے میں انسان کے حقیقی کردار کے بارے میں ایک اجمالی تصور اور عقیدہ (dogma) قائم رہے۔ اور سلوک و تصوف کے لیے مطلوب علم اور تعلیم کے عمل کے مقصد (objectives of education of salook-o-tassawaf)، نصاب تعلیم، تربیت یافتہ معلم، مرتبی، شیخ یا پیر کی ضرورت و اہمیت، متعلم اور مرید کی خصوصیات، پیری اور مریدی کے تقاضے، تعلیم و تعلم کے مختلف طریقے اور تعلیم تصوف کے مطلوبہ آداب سے آگاہی ہو سکے۔ اور اسلامی سلوک و تصوف؛ جس کی بنیاد کلیتی قرآن و سنت، اور شریعت حقہ پر قائم ہے، میں غیر اسلامی تخلیقات اور عقائد کی آمیزش سے محفوظ رہا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی خاص علم و فن کی تعلیم اور تربیت کے حصول کے لیے اسی علم و فن سے متعلق ماہر تعلیم سے پڑھنے اور سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑھنی کا فن بڑھنی اور کمہار کا کمہار سے سیکھا جاتا ہے، علم الادویہ یا علم العلاج یعنی علاج معا الجے کا فن سیکھنے کے لیے کسی ماہر طبیب اور معالج سے رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے، انجینئرنگ اور میکنالوجی سیکھنے کے لیے سکول آف میکنالوجی اور انجینئرنگ میں داخلہ لینا لازم ہوتا ہے۔ علم قرآن، حدیث اور فقہ کے لیے ماہر مفسرین قرآن، شیوخ الحدیث اور فقہ کے ماہر قاضیوں اور فقیہوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا لازم ہوتا ہے۔ دیگر اسلامی علوم و فنون کی طرح علم سلوک و تصوف بھی ایک باقاعدہ علم اور فن ہے۔ جس کے معلم، شیخ، راہبر، مرتبی اور پیر کے لیے شریعت اور طریقت سے متعلق علوم اور فنون؛ قرآن، حدیث، فقہ، عقائد، طریقت، اعمال تزکیہ، تصفیہ، حکمت، دانائی، فراست اور شعور کے میدان میں مہارت تامہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تربیت یافتہ شیخ، معلم، مرتبی یا پیر کے اوصاف، خصوصیات، اُس کے تجزیعی

ظاہری و باطنی اعمال، پیر کامل کی پیچان اور کاملیت شیخ کی علامتوں پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ شیخ یا مربی سے حاصل کئے جانے والے علوم اور فنون کے بنیادی مقاصد (fundamental objectives) سے آگاہی حاصل کی جائے، تعلیم و تربیت کے عمل سے حقیقی معنوں میں اسی وقت استفادہ ہو سکتا ہے جب اس کے مقاصد (purposes, aims, goals) کو پہلے اچھی طرح سمجھا جائے، کسی بات کو سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے۔ یہ امر معلم، مربی، شیخ، پیر اور متعلم و مرید کے لیے یکساں طور پر ضروری اور لازم ہوتا ہے، کہ ہر دو فریق یعنی معلم اور متعلم یا پیر اور مرید دونوں سلوک و تصوف کی تعلیم اور تربیت کے مقاصد سے واقف ہوں، مرید کو اچھی طرح معلوم ہو، کہ شیخ سے اس نے کس قسم کی تعلیم اور تربیت حاصل کرنی ہے اُس کا مقصد اور مریدی کی اصل غرض کیا ہے؟ وہ کس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیر کا مرید ہونا چاہتا ہے؟ اور معلم، مربی اور شیخ کو جہاں سلوک و تصوف کے علوم، نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم و تعلم سے مکمل آگاہی ہو، وہیں اس کو تصوف کے علمی و عملی تصرفات، تفہیم اور کمالات بھی حاصل ہوں، لازم ہے کہ شیخ اور مربی کو اپنے مرید اور متعلم کے علمی کواف، احوال، جذبہ، عمل، صدق و اخلاص اور راہ طریقت پر چلنے کے ذوق و شوق، ہمت، طاقت، شجاعت، عفت، عصمت، حوصلے اور رادہ سے آگاہی ہو۔ یہ امر سالک کے ہمدرد وقت پیش نظر ہے، کہ وہ رب کائنات کی رضا کے حصول کے لیے ایک ایسی مشکل اور تنگ گھاٹی (عقبہ) میں قدم رکھ رہا ہے، کہ جس کے اندر داخل ہونے پر اس نے دنیا نے فانی سے ایک ایسی دنیا کی طرف ہجرت کر لی، کہ اب اس کو دنیادی شہوات و لذات سے مکمل روگردانی کی زندگی بسر کرنی ہے۔ اس نے جہاں حقیقی کے اس سفر میں قدم قدم پر محظوظ حقیقی کے ساتھ اپنی جان و مال کا سودا کرنا اور اپنا سب کچھ قربان کرنا ہے۔ طریقت کی راہ میں محظوظ کی محبت کی جان اور مال کو قبول کر لینا اور اس کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دینا ہی سالک کی پہلی کامیابی ہے، سالک کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہو جانا اور اللہ جل مجدہ کا اس کو اپنی بارگاہ میں قبول کر لینا ہی رضاۓ الہی اور حصول الی اللہ کا پہلا زینہ ہوتا ہے یہی مقصد تحقیق اور مقصود انسان ہے۔

۔ بس ایک تو ہے جو دل میں سما سکتا ہے تو پھر کوئی تمنا نہ رہے!

۔ سما یا ہے تو جب سے نظروں میں میری جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے!

یہی وہ لمحہ حصل ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ اگر تم مجھے پکارو گے، تو میں تم کو جواب دوں گا۔ اگر تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا۔ اس محبت کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ تم میں میری صفات کا انعطاف اور انعکاس ہو گا۔ اور تم پیشتم قلب میرا دیدار کر سکو گے۔

۔ گفت دین عامیان؟ گفتمن شنید ۔ گفت دین عارفان؟ گفتمن کہ دیدا! (اقبال)

سلوک؛ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ملنے، اس کو پانے اور اس کو دل کی آنکھ سے سکتے رہنے کی شدید آرزو کا دوسرا نام ہے۔ اس جذبہ شوق کو تیز تر کرنے کے لیے راہ طریقت پر گامزن ہونے اور وادیِ معرفت میں سفر کرنے کے لیے

مبتدی سالک، مرید یا معلم کو اس راہ کے کسی ماہر سفر سے آداب سفر و سیاحت سیکھنے کی حاجت ہوتی ہے۔ ایسے ماہر معلم و مرتبی کے اوصاف و خصوصیات کے بیان سے پہلے ہم معلم کے سلوک تعلُّم کے بنیادی مقاصد پر گفتگو کرتے ہیں:

سلوک و تصوف کی تعلیم اور تعلُّم کے پانچ مقاصد مسلم ہیں:

۱۔ دعوت و تلقین؛ یعنی وعظ و نصیحت سے متعلم کو تعلیم دینا اور تربیت کرنا۔

۲۔ تدریس؛ درس و تدریس کے ایک باقاعدہ نظام کے تحت تعلیم و تعلم کا فریضہ ادا کرنا۔

۳۔ تربیت؛ علمی اور فنی تعلیم کے ساتھ ساتھ متعلم میں عملی طور پر اخلاق حسنہ پیدا کرنا اور رذائل اخلاق سے ایسے چھڑانا، کہ رفتہ رفتہ اخلاق حسنہ اُس کی نظرت ثانیہ (second nature) بن جائیں۔ اور وہ فطری طور پر برائی، بدی اور شر کے تصور سے خالی الذہن ہو جائے۔

۴۔ تادیب؛ طالب سلوک و تصوف کو اس طرح مودب بنانا اور اس کو آداب معاشرت سکھانا کہ اس میں تواضع، تحمل، بردباری اور سلیقہ مندی پیدا ہو اور اس کے روزمرہ کے معمولات عوام کے لیے نمونہ تقلید بن جائیں۔

۵۔ تدریب؛ مشق، تمرین۔ ریاضت، مشقت، اور مجاهدہ سے تعلیمات تصوف پر عمل کرنا اور اس کی نگرانی اور محاسبہ کرنا۔

تعیر کعبہ کے بعد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعلیمات الہیہ کے بنیادی مقاصد کی تعلیم اور تربیت کے لیے اللہ کی بارگاہ میں معلم انسانیت کی بعثت کے لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو دعا عرض کی، اس کے الفاظ یوں تھے کہ ”اے ہمارے رب! انہیں (قوم ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام) میں ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خود ان ہی میں سے مبعوث فرماؤ جو ان کو تیری آئیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب سکھائے (کتاب کی تعلیم دے اور) دانائے راز بنائے (حکمت و اسرار کی بانیں بنائے) اور ان (کے قلوب) کو (غیر اللہ) سے پاک (صف) کر دے۔ بے شک تو بڑا زبردست حکمت والا ہے (البقرہ: ۱۲۹)“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ نبوت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے زمانہ تک خاندان بنی اسرائیل کے ہر بُنی، رسول، پیغمبر اور دیگر اقوام و ملل کے انبیاء، رسول، پیغمبروں، اوتاروں اور صالحین نے بھی دعاۓ ابراہیمی کی طرح اپنے اپنے زمانہ میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کیلئے الہی تعلیمات کے بنیادی اور عمومی مقاصد کی عملی تعلیم اور تربیت کے لیے معلم انسانیت بنی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت مبارکہ کے لیے رب للعلمین کی بارگاہ میں دعا کیں کیں۔ بنی محتشم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت مبارکہ کے بعد اللہ جل مجدہ نے سورہ البقرہ کی ایک سو اکیاون (۱۵۱) آیہ کریمہ کے ذریعے اپنے پیغمبروں رسولوں اور صالحین کی دعا کی قبولیت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَنْهَا وَأَعْيَّكُمُ الْيَتَّى وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُنُوْنَا تَعْلَمُوْنَ ۝“

(جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو تم کو ہماری آئیں پڑھ کر سناتا ہے۔)

(ہمارے احکام، ہمارے وعدے و عید تم کو پہنچاتا ہے) اور تم کو پاک کرتا ہے (تمہاری اصلاح کرتا ہے، تمہارے لیے اللہ سے مغفرت چاہتا ہے، اور تمہارے قلوب کو پاک صاف کرنے کے بعد تم کو) کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے اسرار و حکم (تم پر واضح کرتا ہے، تم کو دانائے راز بناتا ہے) اور تم کو وہ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے (جان ہی نہ سکتے تھے) اب جب بتانے والا آگیا ہے تو تمہارا کام ہے کہ تصویر حضوری میں رہو۔ اس آیہ کریمہ سے متصل ایک سو باون (۱۵۲) آیہ کریمہ میں اللہ جل مجدہ نبی مکرم ﷺ کی تعلیماتِ نبویہ کے شرہ کے طور پر فرماتا ہے کہ ”فَإِذْ كُرُونَى أَذْكُرُكُمْ وَ اشْكُرُوا إِلَىٰ وَ لَا تَكُفُّرُونَ“ ”پس تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا اور تم میرا احسان مانو اور (دیکھو) میری ناشکری مت کرنا۔“

دنیائے انسانیت کو معلم کائنات کا عطا کرنا بلاشبہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے جملہ احسانات میں سب سے بڑا احسان ہے۔ آمد مصطفیٰ ﷺ کی نوید جان فرا اور حضرت معلم کائنات ﷺ کے ورود مسعود کے ساتھ تعلیماتِ نبویہ کی غرض و غایت، عالم انسانیت کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا اور نبی کائنات سے جو بھی لازوال نعمتوں کا اعلان بھی ربِ حلیل نے خود فرمایا۔ اللہ جل مجدہ نے تعلیماتِ نبوی سے ملحق نعمتوں؛ نعمتِ تعمیر ملت، نعمتِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ، نعمتِ تلاوت آیات، نعمتِ تربیت و اصلاح احوال، نعمتِ تزکیہ نفس و قلب، تصفیہ جسم و جان، نعمتِ علم الکتاب، نعمتِ اصلاح احوال افرادی، اجتماعی اور میں الاقوامی، نعمتِ ذکر و فکر، نعمتِ حضوری، نعمتِ ذکر سلطانی، نعمتِ احسان، نعمتِ شکر، نعمتِ صبر و قناعت، نعمتِ استعانت، نعمتِ صلوٰۃ، نعمتِ معیت ربیٰ، نعمتِ حیات جاودائی، نعمتِ شہادت کبریٰ، نعمتِ عطاۓ لکتب، نعمتِ عقل و وجدان، مخلوقات سے نعمتِ بے خوفی، نعمتِ عدمِ خوف و غم، نعمتِ رجوع الی اللہ، نعمتِ مژده رحمت و قربت، نعمتِ ہدایت، نعمتِ عطاۓ شعائر اللہ، نعمتِ طواف کعبہ، حج و عمرہ، نعمتِ توبہ، نعمتِ قبولیت توبہ و مغفرت اور نعمتِ سلوک و تصوف پر بندوں کو اپنی بارگاہ میں شکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ اللہ رب العالمین جل شانہ کی جانب سے نوید رحمت للعالمین اور رحمت عامہ کا اعلان عام تھا۔ اللہ جل مجدہ نے امتِ محمدیہ سے ارشاد فرمایا۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہارا چچا کروں گا، تم مجھ کو محبت سے یاد رکھو گے، میں تم پر رحمت سے متوجہ ہوں گا۔ ذکر فرض ہے۔ اس ذکر کا نتیجہ دیکھو یعنی محبت کی دنیا کا تماشہ دیکھنا ہے تو اس کو محبت کے ساتھ دیکھتے چلو، تمہارے قلوب پر رحمتوں کی بارش ہوگی۔ تم پر ہر لمحہ نئی نئی عنایتیں اور رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ یہی تو میری رحمت کی وسعت اور رحمتہ للعالمین ہے۔ لیکن ہر مقام اور منزل پر ادب شرط ہے۔ ہمارا احسان عظیم مانتے رہو اور اس کا اتباع کرو۔ ہر کام عدل سے یعنی جو کام جس طرح کرنے کا میرا حکم ہے، اسی طرح کرتے رہنا۔ کہیں دنیا کی رنگینیوں اور جذبات میں بہہ کرنا شکرگزار نہ ہو جانا۔ ہر وقت میرا ذکر کرتے رہنا۔ تمہاری زندگی کی ہر سانس اور ہر عمل و سلوک میری یاد سے مملو ہو۔ جیسے اہل احسان نماز کے وقت مجھے یاد کرتے ہیں۔ میری یاد پر ثابت قدم رہنا؛ آزمائشوں پر پورا اتنا کیونکہ میری آزمائشیں ہی ذریعہ قربت ہیں۔ امر کے تحت ناگوار کو گوارہ کرنا، اور صفتِ رضا سے متصف ہو کر میری طرف صبر سے رجوع کرنا، اس کا شرہ میری

نعمتوں سے مالا مال ہونا ہے۔ یہ سب نعمتیں تعلیمات نبویہ کی اتباع سے نصیب ہوتی ہیں۔ دنیا کے مختلف معاشروں میں تعلیم اور تربیت کے مقاصد مختلف ہیں۔ اس کی بنیاد زیادہ تر اقدار اور معاشرے کی مختلف ضروریات کے تصور پر قائم ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد؛ حصول رضائے الہی ہے۔ یعنی انسان کے اندر اللہ جل شانہ کی محبت اور تقویٰ رائج کرنا، تعلیمات نبویہ کی روشنی میں اسلامی اخلاقی اور روحانی اقدار کا پروان چڑھانا، آفاق یعنی کائنات الہی کا مطالعہ، مشاہدہ، اس کی تنبیہ اور انسان کی ذات کا فہم، شعور اور ادراک پیدا کرنا، نفس کی تشخیص اور معرفت اور انسان کی تعمیر شخصیت، کردار سازی (personality) development and character building) ہے۔ اسلام کے خانقاہی نظام میں اسلام کی تعلیم کے بنیادی مقاصد کی روشنی میں علمائے سلوک و تصوف نے تعلیم و تربیت کا ایک باقاعدہ نصاب دنیا کے سامنے عمل کے ذریعے پیش کیا ہے۔

تعلیمات صوفیہ کے مقاصد کی افادیت اور موثریت کے بارے میں ہر دور کے ماہرین تعلیم نے کثرت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جس سے آگاہی ہر سالک کے لیے بدرجہ اتم ضروری ہے۔ علمائے تصوف نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان شاء اللہ مناسب اوقات میں ان نامور صوفیاء اور مشاہیر اسلام کی تیقینی آراء سے قارئین دروس سلوک و تصوف کو استفادہ کا موقع ملتا رہے گا۔ حالیہ درس میں ہم عالم اسلام کے ایک نامور ماہر تعلیم اور صوفی بزرگ حضرت امام ابو حامد بن محمد بن محمد الغزّانی کا تعلیمات صوفیہ کے بنیادی مقاصد اور ان کی ہمہ گیر اور عالمگیر افادیت اور موثریت کے بارے میں ان کے کچھ مختصر خیالات و آراء سمجھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت امام ابو حامد محمد بن محمد الغزّانی، بلا خوف تردید عالم اسلام کے ایک عظیم مفکر، مفسر قرآن، استاد الحدیث، مایہ ناز فقیہ، فلسفی، مصنف علم و ادب اور جملہ اسلامی علوم و فنون کے آسمان کے ایک درخششہ ستارہ ہونے کے علاوہ اسلامی سلوک و تصوف کے ایک ماہر استاد، مرتبی اور صوفیائے اسلام کے صفت اول میں ایک نمایاں مقام کے حامل عملی صوفی تھے، ظاہری علوم و فنون کے کثیر الجہت اور متنوع میدان میں آپ نے تلاشِ حقیقت کی جستجو اور اس کے حصول کے لیے بے پناہ جدوجہد کی اور ان کے ذریعے تلبیٰ سکون اور اطمینان ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی اور ان کو حقیقی اطمینان قلب نصیب نہ ہوا، ظاہری علوم میں آپ کی وجاهت اور ثقاہت کی وجہ سے آپ کو زندگی کی ہر سہولت، شہادت، کروڑ اور شان و شوکت حاصل تھی۔ لیکن ان کے دل حزین کے اندر جو بیقراری اور بے چینی سماچکی تھی۔ وہ کسی طور دور نہیں ہو پاتی تھی۔ سکون قلب میسر نہ تھا۔ آپ کو حقیقت کی تلاش تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس حقیقت کی معرفت کا میں متنالاشی تھا اس کو میں نے ابتدا میں علم الکلام کے ایسے گھرے اور دیزپرڈے چاک کر کے ڈھونڈنے کی کوشش کی، کہ جو دوسرے علماء، معلمین اور معلمانہ کے بس کی بات نہ تھی۔ میں نے علم کلام میں اعلیٰ درجے کی علمی تحقیق و تفییش کی اور اس کی عمقتگرائی میں جا کر اس کو سمجھا، علم کلام کے دیگر محققین (researchers) کی کتابوں کا گہر امطالعہ کیا اور اس علم میں خود ایسی نادر علمی

کتابیں تصنیف کیں۔ جن کا دیگر متنکلمین کی طرح مقصد اہل سنت کے عقیدہ کی حفاظت اور اہل بدعت کے نتئے سے اہل اسلام کو بچانا تھا۔ میں اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہا۔ اور معاصرین میں بڑا نام پایا۔ دیگر اہل رائے اور اہل نظر متنکلمین حق نے بھی یہ فریضہ بخوبی ادا کیا۔ شیطان کے وسوسوں کے زیر اثر اہل بدعت نے سنت رسول ﷺ میں جو طرح طرح کی بدعات داخل کیں، ان کو متنکلمین نے خوب صاف کیا۔ لیکن اہل بدعت کے ساتھ طویل مباحثات اور مناظرات کے سلسلہ میں اہل کلام میں سے بعض نے مخالفین کے مسلمہ مقدمات پر اعتماد بھی کیا۔ اور تقاضائے منطق کے تحت ان کو تعلیم بھی کرنا پڑا۔ علم الکلام میں مجھے گہرا سونح حاصل تھا، لیکن میرے حق میں اتنا علم الکلام کافی نہ تھا اور جو عارضہ مجھے قلب کی بے سکونی کا لاحق تھا۔ اس کی شفا کے لیے وہ کافی نہ تھا۔ میرے دل کی بے اطمینانی کا مدوا متنکلمین کی تعلیم و تعلم میں میسر نہ ہوا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں افکار و خیالات کی جن گہرائیوں کا میں طالب تھا۔ وہ ان کے علم کا مقصود نہ تھا۔ خلق کے باہم اختلافات کے سبب فکری پریشانی کی تاریکی جس طرح مسلط تھی، علم الکلام کے مباحث سے وہ مجھ کو دُور ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کو اس سے فائدہ بھی ہوا ہو، تاہم جس حقیقت کی تلاش میرا مقصود تھا۔ علم کلام سے وہ قلبی اطمینان مجھے نصیب نہ ہوا۔ قرآن حکیم کی آیات کریمہ میں میرے لیے نور ہی نور تھا۔ نبی مکرم ﷺ سے جب سورہ الانعام کی ایک سو چھبوتوں آیہ کریمہ: ”فَمَنْ يُرِدُ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَ يُشَرِّحُ صَدْرَةً لِلَا سِلَامٍ ج“ کے معنی اور اور شرح صدر کی حقیقت دریافت کی گئی (پس جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ تو ان کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”هُوَ نُورٌ يُقْدِفُ فَاللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُلُوبِ“ (وہ ایک نور ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ (مون کے) سینے کے اندر داخل کر دیتا ہے) پھر نبی ذیشان ﷺ سے پوچھا گیا۔ کہ اس کی علامت کیا ہے؟ حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ ”السَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْأَنْبَاءِ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ“ (دنیا سے منہ پھرنا جو دیر غرور ہے اور عاقبت کی طرف متوجہ ہونا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے) اور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللَّهُ تَعَالَى نَعْلَمُ خَلْقَهُ“ میں پیدا کیا، پھر ان پر اپنا نور چھڑکا، اس لیے صرف اس نور ہی سے کشف کو طلب کرنا چاہیے۔

حضرت محمد الغزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ سکون قلب کی تلاش میں اس کے بعد میں نے علم فلسفہ کا مطالعہ شروع کیا۔ اور علم فلسفہ کی تحریک میں حد درجہ کوشش کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔ اس کو پوری طرح سمجھنے کے بعد میں برابر اسی پر غور و فکر کرتا رہا اور ایک سال تک اپنے ذہن میں مختلف زاویوں سے اس کو دھراتا رہا۔ اس کے نتائج اور مفاسد کی تلاش کرتا رہا۔ لیکن جیسا جیسا میرا مطالعہ گہرا ہوتا گیا۔ ان کے بہت سارے فرقوں اور مختلف مذاہب؛ دہری، طبیعیہ اور الہمیہ اور ان کے مختلف مکاتب اور علوم کی اقسام کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کی تکفیر یا اس کے قریب قریب متاخرین اور ان سے ذرا پہلے فلاسفہ کا حقیقت سے دُور ہونا مجھ پر واضح ہوتا گیا۔ فلاسفہ میں میں نے تین اقسام کے افراد کو معلوم کیا۔ ایک قسم پر تو تکفیر واجب

آتی ہے۔ ایک قسم اہل بدعوت کی ہے اور ایک وہ قسم ہے۔ کہ اس کے انکار کی ضرورت نہیں؛ علوم کے اعتبار سے فلسفہ کے چھ اقسام ہیں۔ ریاضی، منطق، طبیعتیات الہیات، سیاسیات، اور اخلاقیات، علم ریاضی میں حساب و ہندسه اور ہیئت عالم کے علوم شامل ہیں۔ ان میں سے کسی علم کا تعلق براہ راست امور دین سے نہیں بلکہ یہ سب امور برہانیہ ہیں۔ علوم اور فنون اگر تہذیب انسانی کے لیے باعث منفعت اور وسیلہ ظفر ہوں، تو جا، لیکن اگر ان سے انسانیت اور اخلاق کی تباہی اور بر بادی کا سامان پیدا ہو، تو وہ مردود و مطرود ہوتے ہیں۔ ریاضی کے اکثر فلاسفہ اس کے باریک دفاتر، قوی، پختہ اور واضح دلائل کی روشنی میں جب دینیات، نمہیات اور الہیات کے عقائد اور ارکان کا مطالعہ اور چھان بیں باریک بینی سے کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو وہ اپنی تحقیق اور دلائل میں اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اور جس طرح ان علوم میں بحث و تمحیص، نقد و جرج اور رد و قبول جائز ہے، وہ سمجھتے ہیں، کہ دین اور مذہب کو بھی ان ہی پیمانوں پر پرکھا جا سکتا ہے، لہذا ایمان بالغب سے صریح انکار کرتے ہوئے وہ اس کی حقیقت سے منکر ہو کر کافر ہو جاتے ہیں۔ شومی قسمت سے چونکہ یہ لوگ اکثر دین کے علوم اور فنون سے بے بہرہ اور ناواقف ہوتے ہیں اور اپنے ذہن میں کچھ دلائل استدلال باطل کے وضع کر کے دین اور مذہب سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور بھول جاتے ہیں کہ کسی علم اور فن کے رد و انکار کے لیے ان سے کما حقہ آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ فلسفہ کے بعد آپ نے علم منطقيات کی پہنائیوں میں حق کو تلاش کیا۔ اور دلیل و قیاس کے مختلف اور نئے طریقے معلوم کئے، دلائل کے مقدمات کے نئے شرائط مرتب کئے، صحیح تعریف کے شرائط کی ترتیب کی۔ اور جدید طریق سے علم منطق میں ریسرچ کر کے حقیقت کی تلاش کی۔ لیکن آپ پر منطق کا یہ راز جلد ہی مکشف ہوا، کہ اس سے متعلق علوم کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ فی کے لحاظ سے اور نہ اثبات کے لحاظ سے۔ منطقی قدم قدم پر مہیب آفات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ہی قائم کردہ نظریات، دلائل اور انکل پچھے کی وجہ سے ایسے کفریات میں پھنس جاتے ہیں۔ کہ علوم الہیہ کی انہا تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے دلائل و برائیوں کی دلدل میں پھنس کر کافر ہو جاتے ہیں۔

فی نفسه علم منطق میں کوئی امر ایسا نہیں جس سے انکار کیا جائے۔ لیکن فلاسفہ اہل منطق نے از خود اس میں اس طرح کے ایسی قدم و عیوب پیدا کر دیئے ہیں اور دلائل دیتے وقت اس قسم کے داؤ و تیج کا استعمال کرتے ہیں۔ کہ لوگ گہرے تھص اور تھق کے بغیر ان کو سمجھنے سے قاصر ہتے ہیں، منطقی خود بھی اکثر اپنے بنائے ہوئے جال کی کڑیوں میں الجھ کرنے نئے تشکیک و شبہات کے جالے اپنے ارد گر بنتے رہتے ہیں۔

علم طبیعتیات، فلسفہ اور منطقيات کے بعد علوم طبیعتیات کے ذریعے حضرت امام غزالیؒ نے حقیقت کی تلاش کی۔ یہ حضرت امام غزالیؒ کا خاص میدان علم و تحقیق تھا۔ اور ان کا یہ عقیدہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ کہ طبیعت اور فطرت (nature) اللہ تعالیٰ کے حکم کے تالع ہے۔ وہ اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتی، بلکہ اپنے خالق کے حکم کے مطابق کام کرتی ہے۔ سورج، چاند، ستارے اور طبائع (آفاق و افس) سب اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمان بردار ہیں اور ان کا کوئی فعل اپنی ذات کے یا اپنے سبب نہیں ہے۔ طبیعت (physics) کے بعد حضرت

امام غزالی الہیات (metaphysics) کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے دیکھا کہ الہیات کے فلاسفہ سے اس علم کو سمجھنے میں فاش غلطیاں سرزد ہوئیں۔ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں، کہ ان کا باہمی اختلاف بھی شدید نوعیت کا رہا ہے۔ قدیم اور جدید الہیاتی مذہب سب کو اگر اصولوں کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو میں بنیادی اصولوں میں سے تین اصول تو ایسے ہیں کہ دین اسلام کے نکتہ نظر سے ان کی تکفیر واجب ہے۔ اور باقی سترہ صرخ بدعاۃ سنیۃ ہیں۔ علماء شریعت نے ان کے ابطال میں واضح احکام جاری کئے ہیں۔ علوم سیاسیات اور اخلاقیات کا حضرت امام غزالی نے عمیق مطالعہ کیا۔ پھر فرقہ تعلیمیہ کے مذہب کے بارے ان کے بزرگان سلف کی کتب و رسائل کا مطالعہ کیا اور یہ پایا کہ فرقہ تعلیمیہ کے زیادہ تر مقالات اور کلمات ان کے بزرگان سلف کے نہیں بلکہ ہم عصر افراد کی اختیارات اور بدعاۃ پر مشتمل ہیں۔ اور بے شمار خرابیاں ان کے اندر ہیں۔ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ میں نے اصلی کتب کا بغور مطالعہ کیا اور اُس کے بعد تعلیمیں کے دلائل کو انہائی وضاحت و صحت کے ساتھ دوبارہ بیان کیا اور پھر اسی قدر مستحکم اور اُن دلائل کے ساتھ ان کا فساد اور بطلان ثابت کیا۔ تعلیمیں میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ وہ کسی خاص علم کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، لیکن جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں وہ سراسر فیشاً غورث کے کمزور فلسفہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔ فیشاً غورث کا مذہب تمام فلاسفہ الہیات کے مذاہب میں سب سے زیادہ کمزور ہے۔ اسطو نے اس کی تردید کی ہے بلکہ اُس کو کمزور اور ضعیف سمجھا ہے۔

حضرت ابو حامد بن محمد الغزالی فرماتے ہیں۔ کہ جب میں ان تمام علوم سے فراغت پا چکا، تو میں قدماء صوفیا جو آسمان علم کے درخشندہ ستارے اور اپنے اپنے وقت کے علوم قرآنیہ، حدیث فقہ، کلام، تصوف، اخلاق، تاریخ، اور ادب وغیرہ کے ماہرین تھے اور جن کا شمار اعلیٰ درجہ کے اساتذہ اور ماہرین تعلیم میں ہوتا تھا، ان کی کتب و تصنیف کا بغور مطالعہ شروع کیا۔ اور ان سے علم کی تخلیص شروع کی۔ سلوک و تصوف پر میں نے اس وقت تک لکھی گئی سب کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور تصوف کے جملہ امور سے کما حقہ آگاہی حاصل کی، یہاں تک کہ تعلیماتِ سلوک و تصوف کے علمی مقاصد کی ماهیت اور حقیقت کو پالیا۔ اور جو کچھ بھی تعلیم (مطالعہ) اور سماع (گفتگو اور مکالمہ) سے حاصل ہو سکتا تھا، حاصل کر لیا۔ مجھ پر یہ حقیقت بہت جلد مکثشف ہو گئی کہ سلوک و تصوف کے اصل خواص صرف مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے، بلکہ اپنے ذوق، عمل، حال اور صفات کو تبدیل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ قبل ازیں علوم شرعیہ اور عقلیہ کی تحقیق و تفہیش (research) کے مشق و تمرین سے مجھ کو؛ اللہ تعالیٰ، نبوت اور روز آخرت پر ایمان کے امور یقینی پر مکمل ایمان و ایقان حاصل ہو چکا تھا۔ اور ایمان کے یہ اصول میرے دل میں کسی دلیل معین سے نہیں بلکہ ان اسباب و قرائن اور تجربات سے نہایت مستحکم طور پر جم چکے تھے۔ جو تخلیص کے متحمل نہیں۔ اور عملی طور پر مجھ پر یہ امر روش ہو گیا کہ آخرت کی کامیابی اور سعادت کی توفیق سوائے تقویٰ اور نفس کو ہوا و ہوس سے بچانے کی نہیں کرنی چاہیے۔ اور ان سب کی اصل؛ اپنے دل کو دنیا سے لا تعلق کرنے، دارالغور لیعنی دنیا سے دارالخلود لیعنی آخرت کی طرف رجوع کرنے اور نہایت ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں ہے۔ اور یہ باتیں دنیاوی مال و جاہ سے منہ موڑنے اور دنیا کے غیر ضروری

مشاغل اور فضول وقت گزاری سے کنارہ کشی کے بوا حاصل نہیں ہوتیں، توفیق الہی سے میں نے سلوک و تصور کے بنیادی مقاصد کو سمجھ لینے کے بعد جب عملی طور پر (practically) اپنے "احوال" کا جائزہ لیا اور ان پر تفکر اور تدریک کیا۔ تو دیکھا کہ میں تو دنیا داری کے امراض میں مبتلا ہوں اور علاقہ دنیوی میں گرفتار ہوں۔ احوال کے بعد پھر میں نے اپنے "اعمال" کا جائزہ لیا۔ اور دیکھا کہ ان میں سب سے اچھا کام مدرسی و تعلیم کا ہے۔ تعلیم کے بغیر جائزہ کے بعد میں نے دیکھا کہ اُس میں بھی بہت سے ایسے غیر ضروری علوم داخل ہیں، جو آخرت کی راہ کے لیے مفید نہیں، مدرسی اور تعلیم میں پھر میں نے اپنی "نیت" کا جائزہ لیا کہ وہ کیسی ہے اور حقیقتاً کیا چاہتی ہے۔ تو جلد ہی میرے قلب پر ثابت ہو گیا۔ کہ وہ بھی خالصتاً لوجه اللہ نہیں ہے، بلکہ درحقیقت اُس کا محرك اور باعث نام و نہود، جاہ و منصب اور شہرت کی آرزو ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں گویا بہرہ جانے والے ریتلے ساحل پر کھڑا ہوں اور اگر میں نے اپنے "حال" کی تلافی اور اصلاح نہ کی تو دوزخ کی آگ میرا مقدر ہو گی۔ (یہ میرا اپنا قلبی حال، عمل اور نیت تھی، جس کو میں ہر وقت محسوس کرتا تھا۔ میں ان کے بارے میں اپنے آپ سے مخاطب ہوتا تھا۔ کسی دوسرے کے سامنے تاویل پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی، معاملہ میرا اور اللہ کے درمیان تھا۔ اور اصل بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ، اُس کے نبی ﷺ اور دھوکا تو اپنے کو تھی، لہذا کسی دوسرے شخص کو دھوکا دینے کی توبات ہی نہ تھی، اگر میں جgett اور تاویل کا سہارا لیتا تو دھوکا تو اپنے کو دیتا) حال، عمل اور نیت کا جائزہ لینے کے بعد اور اس تمام تر یقین کامل کے باوجود میں مدت تک اسی فکر میں رہا، کہ میں اب آگے کیا کروں، دنیاوی وجہت کا خیال، بچوں، بیوی، گھر بار اور موجودہ شان و شوکت کا خیال اور پھر آخرت کا خیال آڑے آتا۔ کبھی دنیا کو ترک کرنے کا ارادہ اور کبھی اس سارے عزم سے ہاتھ اٹھانے کا خیال، ایک قدم آخرت کی جانب آگے بڑھاتا تو دوسرا بیچھے ہٹاتا تھا۔ اگر صحنِ حصولِ عقیٰ کی طلب صادق پیدا ہوئی تھی، تو شام کو خواہشات نفسانی کا شکرِ حملہ آور ہو کر اُسے مغلوب کر دیتا۔ فقہی تاویلات بھی اکثر عزم آخرت کی کمزوری کا باعث بن جاتی تھیں۔ شہوات دنیوی اپنی زنجیروں میں جکڑ کر مجھے اسی مقام پر رہنے پر مجبور کرتی تھیں اور دوسری طرف ایمان کا منادی کرنے والا آواز دیتا تھا۔ ”کوچ، کوچ! عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ اور سفر طویل در پیش ہے۔ اور جو پچھلے علم و عمل تیرے گرد و پیش پھیلا ہوا ہے۔ وہ بجزریا اور توہم کے اور پچھنہ نہیں۔ اگر تم آخرت کے لیے اب تیار نہ ہوئے تو پھر کب ہو گے اور اگر اب ترک خواہشات اور علاقہ دنیاوی سے منہ موزوٰ گے تو پھر کب کرو گے؟“ ان سب باتوں سے ارادہ میں قوت پیدا ہوئی تھی اور دنیا سے بھرت اور فرار کا عزم بالجذم پیدا ہوتا تھا، لیکن شیطان پھر آکر بہکاتا اور کہتا۔ یہ عارضی کیفیت ہے۔ اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ اس کیفیت کو جلد ہی زوال ہو گا، اگر اس خیال کی پیروی کر کے دنیا کے جاہ و منصب، عزت، شہرت، شان و شوکت جو آخر تھیں حاصل ہے۔ اور دشمنوں سے بھی محفوظ ہو۔ ان کو چھوڑو گے۔ تو تھہار نفس پھر اس کی طرف مائل ہو گا اور اس وقت پھر یہ اعزاز تھیں آسفانی سے حاصل نہ ہو سکے گا۔ تقریباً چھ مہینے تک میں شہوات دنیوی اور دوائی آخرت کے درمیان کشمکش اور تردد میں مبتلا رہا اور سخت اضطراری کیفیت مجھ پر چھا گئی۔ میرا کھانا پینا تک ختم ہو گیا۔ اور

سخت ضعف کا شکار ہو گیا۔ پھر جب میں نے محسوس کر لیا۔ کہ میں اب عاجز مgesch ہو گیا اور کوئی اختیار باقی نہ رہا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس طرح انجام کی کہ جیسے کوئی بے وسیلہ اور بے سہارا انجام کیا کرتا ہے۔ پس اُس محب الدعوات نے میری انجام قبول فرمائی۔ وہ جو مقررарوں کے انجام کرنے پر ان کی درخواست قول فرماتا ہے، اُس نے میرے قلب پر دنیاوی شان و شوکت، شہرت، جاہ و مال، اولاد اور پیرودکاروں سے روگردانی آسان کر دی۔ دنیاوی علاقے سے روگردانی کے بعد بھی میں عوام و خواص کی طرح طرح کی باتوں، طزو و تشیع، اور لومتہ لام کی زد میں آیا۔ لیکن اللہ نے مدد فرمائی۔ اس کے بعد ملک شام میں دو سال مسلسل میں نے گوشہ نشینی، خلوت گزینی اور ریاضت و مجاهدہ اختیار کیا۔ اور سوائے ذکر الہی سے ترکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کے میرا اور کوئی مشغله نہ تھا۔ جس طرح تصوف سے میں نے اسے سیکھا۔ دمشق کی مسجد میں ایک عرصہ تک میں مختلف رہا۔ اس دوران میں نے فریضہ حج کی ادائیگی کی سعادت حاصل کی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوا اسی حالت میں دس برس کے قریب عرصہ گزر آخر زمانے کے حادث، عیال و اطفال کی ضروریات اور وجہ معاش کی تنگی اکثر اصل مقصد مراد میں خلل انداز ہوتی تھی اور صفائی قلب کو مکدر کرتی تھی اور احوال کی صفائی اور قلبیطمینان سکون صرف اوقات متفرقہ میں حاصل ہوتی۔ اس کے باوجود میں ترکیہ قلب، تصفیہ باطن اور جمعیت خاطر سے ما یوس نہ ہوا۔ اور ترقی ہوتی گئی۔ دنیاوی امور مجھے سلوک و تصوف سے روکتے تھے۔ لیکن میں بار بار اُس کی طرف رجوع کرتا۔ دس برس کشمکش کا یہ عرصہ بہت کشمکش، جان گسل اور پر خطر تھا۔ لیکن دنیا سے روگردانی، خلوتوں اور عزالتوں میں مجھ پر بہت سے امور و اسرار منکشf ہوئے جن کا احاطہ و شمار ناممکن ہے۔ ان میں سے میں صرف اتنا بیان کرتا ہوں جس سے راہ طریقت پر چلنے والے اہل سلوک و تصوف کو فائدہ پہنچے۔ اس عرصہ میں جس امر سے مجھے یقیناً آگاہی ہوئی۔ وہ یہ تھا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے صرف صوفیائے کرام ہیں۔ ان کی سیرت سب سے اعلیٰ، ان کا طریقہ سب سے درست اور ان کے اخلاق سب سے پاکیزہ ہیں۔ بلکہ اگر کل عقلاء کی عقلانی اور سب حکماء کی حکمتیں اور دنیا کے تمام علوم و فنون کے علماء و ماہرین، فلاسفوں، علمائے شریعت اور واقفان علوم دینیہ کے علوم جمع کئے جائیں، کہ صوفیائے کرام کے سیرت و اخلاق سے بہتر کچھ لا یا جاسکے۔ تو ایسا کرنے کی کوئی سنبھال نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ صوفیائے کرام کے تمام اعمال و اشغال سلوک و تصوف اور تمام حرکات و سکنات خواہ ظاہری ہوں کہ باطنی، مشکلاۃ نبوت کے نور سے مستین اور مقتبس ہیں اور روئے زمین پر کوئی نور سوائے نور نبوت کے ایسا نہیں کہ جس سے اکتساب نور کیا جا سکے۔ اور حاصل کلام یہ کہ کہنے والا ایسے طریقے کے متعلق کہہ ہی کیا سکتا ہے۔ نور نبوت سے منور سلوک و تصوف کی تعلیمات کا بنیادی مقدار رضاۓ الہی کا حصول ہے۔ طہارت جو اس کی شرط اول ہے ماسوی اللہ سے دل کا قطعی پاک و مطہر کرنا ہے۔ اور اس کا پہلا مرحلہ بجائے نماز کی تکمیل تحریمہ کے دل کا کلیتیہ ذکر الہی میں مستغرق ہو جانا ہے۔ اور اس کا آخری درجہ کلیتیہ فنا فی اللہ!

— توجہ ہو دل میں تو پھر کوئی تمباکہ رہے!

پاکستان کی نوجوان نسل کا سوال؟

(قطط دوم)

صاحبہ جزا دہ مسکین فیض الرحمن درانی مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن ائمۃ نیشان

شومیٰ قسمت سے آج کی پاکستانی نوجوان نسل پاکستان بننے سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں انگریز سامراج اور ہندو ساہو کار کی ان ہولناک سازشوں سے کچھ زیادہ آگاہ نہیں ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف روا کرھیں۔ 1947ء سے پہلے مسلمانوں کو درپیش معاشری، اقتصادی، معاشرتی اور تباہ کن سیاسی حالات اتنے ہولناک اور بھیانک تھے۔ کہ جن کی وجہ سے ہند میں مسلمانوں کے لیے جینا دو بھر ہو گیا تھا۔ معمولی معمولی واقعات کو بہانہ بنا کر مسلمانوں پر وہ ظلم و ستم کیا جاتا تھا کہ جن کو یاد کر کے آج بھی روح کا عپنے لگتی ہے۔ اسلام و شمن طاقتوں کے ہاتھوں ہندوستان میں بنسنے والے مسلمانوں کا لرزہ خیز قتل عام، بے بس ماڈل کے سامنے بیگناہ اور معصوم بچوں کا ذبح کرنا، باعصمت خواتین کی ہندو غنڈوں کے ہاتھوں کھلے عام عصمت دری، بستیوں کی بستیاں جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دینا اور سینکڑوں ہزاروں ایسے روح فرسا درندگی کے واقعات کہ جن کو دیکھ کر حشی درندے بھی پناہ مانگیں، روز کا معمول بن گیا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ہندو کے ظالمانہ تسلط سے آزاد ایک الگ خطہ زمین حاصل کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ یہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ پاکستان جن حالات کی وجہ سے بنا اور جس طرح بنا، اس کا صحیح ادراک صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو اس وقت ہندوستان میں موجود ان بھیانک حالات کی چکی میں پس رہے تھے۔ ٹی وی ٹاک شو میں بیوی پارلوں سے ہو کر جانے والے اور ڈرائیگ رومن میں بیٹھ کر آج کے چالکیٹی سیاستدان اس جبر و ستم اور ظلم و جور کا تصور تک نہیں کر سکتے جو ہندوستان میں ہندوؤں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں نے سہے۔ 1960ء کے بعد ایک سازشی منصوبے کے تحت ملک عزیز پاکستان میں طلباء و طالبات کے نصاب تعلیم سے تحریک پاکستان، قرداد و مقاصد، نظریہ پاکستان، دوقومی نظریہ، اکابرین ملت کی جدو جہد کی لازوال داستانیں اور مسلمانان ہند کی قربانیوں کی ڈھنہ کہانیاں حذف کر دی گئی ہیں۔ کہ جن کے پڑھنے اور سمجھنے سے نوجوانان ملت کو پاکستان بننے کے حقیقی محکمات، وجوہات اور نظریہ پاکستان کی حقیقی روح کے

بر عکس آج کی مکروہ سیاست کرنے والے جا گیرداروں کی خاندانی اصلاحیت اور پاکستان بننے کے بعد موروثی سیاستدانوں کے قومی جرائم کی حقیقت سے نوجوان نسل کو آگاہی ہو سکتی تھی۔ ”چھپاؤ چھپاؤ نظریہ پاکستان کو چھپاؤ کہیں اس سے نوجوانوں میں بغاوت نہ پھیل جائے“، یہ نظریہ پاکستان کے مخالف ٹو لے کا وہ سیاسی حرہ اور گھاؤنی چال ہے کہ جو وہ اپنی ریا کاری، منافقت اور دسیسہ کاری کو چھپانے کے لیے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں استعمال کر رہی ہے۔ آج جس سیاسی پارٹی کو بیکھیں، اُس نے بھاری رقم کے عوض ایسے چالاک، شاطر اور حقائق کو لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھانے کے ماہراہل زبان مناظروں (debators) کو میدیا اور ٹی وی چینلوں پر بات پیشت، تاک شوز اور مذاکروں کے لیے ملازم (میدیا مینیجر) رکھا ہے۔ وہ اپنی لفاظی سے عوام کو دھوکا دینے اور حقیقت حال سے بے خبر رکھنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ دولت مند اور سرمایہ کار سیاسی جماعتوں کے مالک یہ مورثی سیاستدان خود تو عوام کے سامنے آنے اور ملکی حالات پر بات کرنے کے اہل ہوتے ہیں اور نہ ان کی ملکی حالات سے دچکپی ہوتی ہے۔ حکمران ٹو لے کی مقدار خصیات زیادہ تر یہ ون ملک دوروں پر رہتے ہیں۔ جہاں وہ اپنے تجارتی مفادات، اور سیاسی مستقبل کی حفاظت کے لیے اپنے غیر ملکی آقاوں کی اشیرباد حاصل کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ مادیت کی ترغیب اور مال وزر کی تحریص، لائچ اور ہوا و ہوس کے ذریعے نظریہ پاکستان کا مخالف حکمران اور سرمایہ دار ٹو لے قوم کی نوجوان نسل کو غیر اسلامی اقدار، مردوں زن کے آزادانہ اختلاط، شیشہ کیفیوں میں منشیات کے کھلے استعمال، پاپ میوزک، موسيقی کی دھننوں پر دیوانہ وار ناق گانے اور مخلوط رقص و سرود جیسی فتح اور مکروہ حرکات میں مشغول رکھ کر ان کو نظریہ پاکستان اور دین اسلام سے دور لے جانے کی سر توڑ کوششوں میں مصروف ہے اور بڑی حد تک اس میں کامیاب دھائی دے رہا ہے۔ لیکن محمد اللہ تعالیٰ پاکستان کی موجودہ نئی جوان نسل میں اللہ تعالیٰ نے ایسے صاحب فکر و عزم نوجوان بھی پیدا کئے ہیں کہ جوان کی مکروہ فرعونی چالوں کو اچھی طرح جانے اور سمجھنے کی الہیت رکھتے ہیں، وہ ان کی سازشوں، ہتھنڈوں اور موجودہ انسانیت کش انتخابی نظام کی تباہ کاریوں سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ جن کے ذریعے ملک عزیز میں سرمایہ داروں، جا گیرداروں، وڈیوں اور سیاسی لیڈروں کے مفادات کی حفاظت کرنے والی حکومت قائم کی جاتی ہے اور عوام کی بجائے سرمایہ دار غندوں کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ مکروہ فریب پر مبنی موجودہ سیاست اور نظام انتخابات کے ہوتے ہوئے ملک و قوم کی ترقی کسی حال میں بھی ممکن نہیں ہے، نوجوان نسل کو اس حقیقت کا بھی مکمل ادراک ہے کہ اس مکروہ نظام کے تحت غریب روز بروز غریب تر اور مالدار مالدار تر ہوتا چلا جا رہا ہے، مہنگائی اور بے روزگاری عوام کا مقدر بن چکی ہے، جا گیرداروں اور مالداروں پر مہنگائی، غربت، لاچاری اور بھوک کا کوئی اثر ہوتا ہے اور نہ وہ اُسے محسوس کرتے

ہیں۔ ملک عزیز میں راجح نظام حکومت کی وجہ سے اہل پاکستان بھوک اور جہالت کا مسلسل شکار ہیں، وہ ہمہ وقت خوف غم کی اندوہ ناک کیفیت میں بنتا ہیں۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، لا قانونیت، سماجی عدم استحکام، اخلاقی زوال، انسانی حقوق کی پامالی، دشمنوں کے اشارے پر پاکستان میں موجود ہے پناہ معدنی وسائل اور نسل کے ذخائر کے بروئے کار لانے پر ارباب اختیار کی مجرمانہ چشم پوشی، دانستہ آبی ذخائر نہ بنانے کا ناقابل معاونی قومی جرم، موجودہ ملک نہیں سیاسی روئیے، غیر جمہوری اندازِ فکر اور غیر مستحکم معاشی اور اقتصادی حالات موجودہ انتخابی، سیاسی اور حکومتی نظام کا شاخانہ ہے۔ دوسری بڑی وجہ اس مکروہ سیاسی نظام میں عدم احتساب ہے۔ عوام کے سروں پر مسلط ہونے والی ہر نئی حکومت پچھلی حکومت کے کرپٹ افراد، نوکر شاہی اور نااہل حکمرانوں سے ان کی بڑی سے بڑی بد عنوانی، کرپشن، نااہلی اور غفلت پر احتساب کی جگات نہیں کرتی ہے، کیونکہ اس نے بھی وہی کچھ کرنا ہوتا ہے، جو اس کے پیشوں کر چکے ہوتے ہیں۔ بد عنوانی، نااہلی اور قوم کو تباہ کرنے کی سازشوں میں حزب اقتدار یا حزب اختلاف سب ایک جیسے بن جاتے ہیں، ان سب کرپٹ سیاسی عناصر کی تاریخ دیکھ لیں، یہ سب ایک مالک اور ایک مائی باپ کے غلام اور بندے ہوتے ہیں اور ان ہی کے اشارے پر کام کرنے والے، سیاست کے جہام میں سب ایک جیسے ننگے ہوتے ہیں لیکن پاکستانی قوم کو امید ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں کہ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں آج کی فکر مندرجہ نسل بہت جلد اس موجودہ سیاسی نظام کی چیزہ دستیوں کے خلاف فکری بغاوت کر کے نظریہ پاکستان کی بنیاد پر ملک عزیز میں ایک عظیم سیاسی تبدیلی لانے والے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہماری آج کی پاکستانی نوجوان نسل واضح فکر و نظر کی مالک ہے، وہ پاکستان کے حالات پر آج جس قدر فکر مندرجہ آتی ہے اور اپنے بڑوں سے ملکی حالات کے بارے میں جس قسم کے فکری اور نظریاتی سوالات کا جواب مانگ رہی ہے، اس سے امید کی وہ کرن روشن نظر آ رہی ہے کہ ملت اسلامیہ کے یہ باہمیت اور بہادر سپوٹ بر صیغہ ہندو پاک میں اپنے اسلاف کی قربانیوں، غلبہ دین حق کے لیے علماء اور اولیاء کرام کی مبلغانہ کاوشوں، 1857ء میں اسلامی انقلاب کی ابتداء(rennaisance)، حریت فکر، انگریز سامراج کے خلاف بغاوت، تحریک خلافت، تحریک پاکستان، قرارداد مقاصد اور نظریہ پاکستان کی تفصیلات سے پوری طرح آگاہ ہو کر اپنے جوان لہو کی حرارت اور قوت فکر و نظر سے اپنے پیارے وطن کی دینی، فکری، نظریاتی اور سرحداتی حفاظت کا فریضہ ادا کریں گے اور ملک میں راجح سیاسی اور فکری فریب سے آلوہہ موجودہ انتخابی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔

موجودہ سیاسی، معاشری اور سازشی معاشرتی نظام نوجوانوں کی جسمانی، ذہنی، فکری، روحانی اور اخلاقی قوتوں کو تیزی سے ناکارہ بنارہا ہے۔ اس مقصد کے لیے بین الاقوامی ابلیسی اور دجالی قوتیں ملک عزیز پاکستان

میں ان خاص فرعونی سیاسی ہتھکنڈوں کا بیدریغ استعمال کر رہی ہیں۔ جو زمانہ قدیم سے وہ نیکی کی قوتوں کے خلاف استعمال کرتی چلی آئی ہیں۔ ابلیس؛ تخلیق آدم کے وقت سے انسان کا دشمن ہے۔ وہ شرف انسانی سے متعلق انسان کی ہر نیک خصلت کو مٹانا چاہتا ہے وہ انسانی علم، عقل، فہم، شعور، وجہان اور ان تمام اخلاق حسنے کے خلاف سرگرم عمل ہے کہ جو انسان کو دوسرا مخلوقات پر فوقیت عطا کرنے کا سبب ہوتی ہیں، وہ جہالت، بیوقوفی، بے شعوری اور رذائل اخلاق کی افزائش کرتا ہے۔ شیطان غیر محسوس طور پر ہر جہت سے انسان پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کو بے بس کر دیتا ہے۔ روئے زمین پر انسان کو ورغلانے اور گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے خاندان کے لوگ اور اس کے چیلے چانٹے ہر قسم کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اللہ کے مخلص بندے، اس پر یقین رکھنے والے، نبی کرم ﷺ کی اتباع کرنے والے اور اسلامی نظریاتِ زندگی پر عمل کرنے والے لوگ ان کے جھانے میں آنے سے نجیج جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور وہ منزل کی طرف کامیابی سے اپنا سفر طے کرتے ہیں۔ ابلیس کے پیروکار، دجالی فرقے اور فرعون صفت حکمران اللہ تعالیٰ کے بندوں کو طرح طرح کی تحریکیات اور ترغیبات سے ورغلاتے ہیں، ان سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور دلفرب باتوں سے لبھاتے ہیں۔ بے دین اور گمراہ لوگ ان کے کہنے میں آجاتے ہیں اور ان کے رنگ میں رنگ کر ان کا ساتھ دینے لگتے ہیں، وہ دیندار لوگوں پر عرصہ زندگی تنگ کر لیتے ہیں، کمزور عقیدے کے لوگ ان کے ہاتھوں شکست کھا جاتے ہیں اور ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں لیکن صاحبان ہزیرت ایمانی قوت سے ان کا مقابلہ کرتے ہیں، فرعونی اور طاغوتوی طاقتوں کا سب سے بڑا حملہ قوم کی نوجوان نسل پر ہوتا ہے۔ طاغوت کے لیے کسی قوم کی ہلاکت کی موثر ترین صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے نظریہ حیات (ideology) یعنی منزل شوق سے دور پھینک دے اور فکرِ صحیح سے محروم کر دے۔ یہ نوجوان نسل کی بدترین ہلاکت ہوتی ہے۔ آندھیوں، طوفانوں، قیامت خیز زلزلوں اور ہولناک سیلابوں سے زیادہ تباہ کن اور خوفناک تباہی نوجوان نسل کے اخلاقی اور روحانی اقدار کو تباہ کرنے سے ظہور میں آتی ہے، فرعونی قوتیں منافقة چالوں، چکنی چپڑی باتوں، مستقبل کے سنہرے خواب اور گمراہ کن لادینی نظریات کی ترویج و اشتاعت سے نوجوان نسل کو اپنے دام تزویری میں جبڑ لیتی ہیں۔

حکمتِ از بندِ دین آزادہ

از مقامِ شوق دور افتادہ

کارِ اُفکر معاشر و ترسِ مرگ!

طاغوتوی قوتیں نوجانوں کو بے مقصد تماشوں، کھیل کو، لہو و لعب اور شیطانی مشاغل میں ایسا الجھادیتی ہیں کہ سب سے پہلے نوجانوں کے ذہن سے دینی شعور آہستہ آہستہ کم ہوتا ہے اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ ان

میں نہ ہی شعائر کی پاسداری کا جذبہ سرد ہو جاتا ہے، ان شیطانی اثرات کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً نماز کا وقت ہے۔ اور نوجوان کھلیل کے میدان میں مصروف ہیں۔ سینما، تھیٹر اور ٹی وی دیکھ رہے ہیں۔ ناقچ گانے اور بیہودہ تفریحات میں مگن ہیں۔ سورہ لقمان کی چھٹی آیت میں ”لہو الحدیث“ سے منع کیا گیا ہے، اہو الحدیث سے مراد ہر ایسی بات اور کام ہوتا ہے کہ جو انسان کو اپنے اندر ایسا مشغول اور محکر دے کہ وہ اللہ کے فرائض کی ادائیگی کو بھول جائے۔ دنیٰ اشغال سے غافل ہو جائے۔ اس کا اطلاق ہر ان بُری، بیہودہ اور فضول باتوں پر ہوتا ہے۔ جو شر اور بدی میں کشش اور باطل میں رنگین پیدا کر کے نفسِ امارتہ کو بیدار کریں اور حق کو مغلوب کرنے کی ترغیب دے۔

نصر بن حارث؛ مکہ کا ایک مشہور مشرک اور بت پرست تاجر تھا۔ جب پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت حق مکہ میں عام ہونے لگی اور لوگ آپ ﷺ کی زبانِ نبوت سے اللہ کا کلام سن کر آپ ﷺ کے قریب آنے لگے اور اسلام میں دچپی لینے لگے، تو سردار ان قریش کو تشویش لاحق ہوئی اور انہوں نے سخت مزاحمت کی، ان کے لیے یہ امرناقابل برداشت تھا۔ کہ ان کے غلام اور زیر سلط لوگ ایک ہاشمی نوجوان کی دعوت حق سننے کے لیے اُس کے گرد جمع ہوں اور اس کی باتوں میں دچپی کا اظہار کریں۔ ان کو سین اور پسند کریں۔ چنانچہ انہوں نے نبی محتشم ﷺ کی دعوت حق کو سننے اور اس پر لبیک کہنے والوں پر سخت مظالم ڈھانے شروع کیے۔ لیکن ان تمام مظالم، جروتیم اور ناقابل برداشت اذیتوں کے باوجود پروانے شمع رسالت ﷺ کے گرد جمع ہوتے گئے۔ اس پر کفار اور مشرکین مکہ مزید سخن پا ہوئے اور انہوں نے زیادہ سخت مظالم ڈھانے شروع کئے۔ اس جریا استبداد اور ظلم و ستم کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے سیانوں اور دانشوروں کی ایک مجلس مشاورت بھی طلب کی۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت حق کو روکنے کے لیے مختلف آراء پیش کی گئیں اور ہر تجویز پر غور ہوا، لیکن پیغمبر اسلام کی دعوتِ حق کا مقابلہ کرنے کی ہر تجویز بودی اور کمزورگی، اس پر اس وقت کے بہت ذہین، چالاک اور عیار شخص؛ نظر بن حارث نے تجویز پیش کی، کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تلاوت آیات اور دعوت و تلقین کے مقابلے میں ایک بہت موثر شیطانی فتنہ کو بروئے کار لائے گا، یہ فتنہ لہو الحدیث کا ہو گا جس کے ذریعے وہ دعوت اسلام کا توڑ کرے گا۔ وہ رقص و سرود، گانے بجائے، سُنجُڈراموں، بھانڈوں اور مسخروں کی نقاہی کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ وہ جگہ جگہ میدانوں اور پنڈالوں میں کھلیل تماشوں کے لیے تھیٹر بنائے گا۔ عراق اور فارس سے شہابِ عجم کے افسانے اور رسم و اسناد یار کی داستانوں اور کہانیوں کی کتابیں، ناول اور افسانے لا کر مکہ میں جگہ جگہ ایسی لائبریریاں اور سٹرکھوںے گا، کہ جہاں لوگوں کے لیے بالکل مفت ان داستانوں اور کہانیوں کو سنانے کا انتظام ہو گا۔ اس نے دین اسلام کے خلاف اس مکروہ دھنڈے کو مزید اس طرح فروغ دیا، کہ سردار ان قریش

سے خوش لحن اور خوبروں لوٹ دیاں اور نو خیز غلام اڑ کے حاصل کئے۔ اور شہر کے مختلف حصوں میں پنڈال اور سٹیچ سجا کر اُن نیم برہنہ آراستہ لوٹ دیوں، بیجڑوں اور مختنوں کو ناپنے گانے پر لگا دیا۔ یہ صلائے عام بھی تھا، مفت کی دعوت اور مخالف رنگ و بوکی ترغیب بھی تھی۔ چنانچہ مقامی لوگ اور حج کے لیے آنے والے زائرین ان سنشوں، تھیڑوں اور رقص و سرود کی مخالفوں کی طرف تیزی سے راغب ہونے لگے، نتیجتاً مکہ میں تیرہ سال اسلام کے مشن کے فروع اور دعوت کی رفتار سست پڑ گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعوت حق کے فروع کے آتے مختشم ملٹیپلیکیٹ کو مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔

ملک عزیز پاکستان کی تاریخ پر گھری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ 1960ء کے بعد کس تیزی اور بلا خیز سرعت کے ساتھ اہوا الخدیث نے سینما، فلم، تھیڑ، ڈرامہ، فاشی، عیاشی اور عصمت فروش کے اڈوں، بیجڑوں، خواجہ سراوں، مختنوں اور بھانڈوں کے مکروہ کاروبار، پاپ میوزک، ڈانس کلبوں، ناق گھروں اور رقص و سرود کے ڈانس کو فروع دیا گیا اور اس مکروہ کاروبار کو ملک بھر میں کتنے زور و شور سے پھیلا یا گیا، بڑے بڑے سرمایہ داروں اور جا گیر داروں نے بینکوں سے اربوں کھربوں روپے قرضے لے کر اس گھناؤ نے کاروبار میں سرمایہ کاری کی۔ حکومت نے کھل کر قرضے دیئے اور اس کاروبار کی سر پرستی کی۔ نوجوان نسل کے لیے علمی درسگاہوں، سکولوں، کالجوں اور اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹیوں کی جس قدر شدید ضرورت تھی۔ اس کو پس پشت ڈال کر قوم کو ڈھنی اور جسمانی تیش کے ایسے بھیانک سمندر میں دھکیلا گیا۔ جس کا نتیجہ ایک دردناک قومی زوال کی صورت میں جلد ہی سامنے آیا۔ پاکستان ایک ترقی یافتہ ملک بننے کی بجائے بہت تیزی سے ایک ایسے لپماندہ ملک میں تبدیل ہو گیا کہ جس کی عوام بھوک، جہالت، خوف اور غم کی چکی میں مستقل پسے پر مجبور ہو گئی۔ ملک عزیز میں علم و دانش کی جس قدر شدید بے تو قیری کی گئی۔ اس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ دانائی، علم اور حکومت کی جڑیں کاٹی گئیں۔ اشرافیہ اور حکمران ٹو لے میں نام کا بھی کوئی ایسا دانشور، مفکر اور مددِ منصہ شہود پر نمودار نہ ہو سکا، کہ جو اگر بہت زیادہ نہیں تو کم از کم اٹڈو نہیں، ملائشیا اور ایران جیسے برادر اسلامی ممالک کے قائدین کی طرح ملک عزیز کی ڈولتی میا کو کنارے لگانے کے لیے کسی جدو جہد کا آغاز کرتا۔ موجودہ حکمران ٹو لے اور حزب اختلاف کے سیاستدانوں میں کسی ایسے فرد واحد کے دیکھنے کے لیے نگاہیں ترسی ہیں کہ جس کی بات پر عوام کچھ بھروسہ کر سکیں، سیاستدانوں کی زبان سے کلمہ خیر سننے کے لیے عوام کے کان ترسیتے رہ گئے ہیں۔ عوام اس انتظار میں ہے کہ اے کاش ان کے لیڈروں میں سے کسی کی زبان سے کبھی کوئی بصیرت افروز اور کلر انگیز بات ایسی بھی نکلے،

کہ جس میں قوم کے لیے امید کی کوئی کرن ہو، اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ والدین میں وی کے سامنے سے اپنے بچوں کو اس وقت دور ہٹا دیتے ہیں، جب تاک شوز اور مذاکروں میں سیاسی لیڈر گلا پھاڑتے نظر آتے ہیں۔ وہ لیڈر جو منہ سے شعلہ نکالتے، چیختنے چلاتے دھاڑتے، ایک دوسرے پر طنز و تشنیع کرتے اور مغلظات بکتے میں وی کے سکرین پر نظر آتے ہیں۔ قوم کو سخت ڈھنی اذیت میں بٹلا کرنے کا باعث ہیں۔ بلکہ ایک خطرناک وارس کی شکل میں عوام الناس کو طرح طرح کی خطرناک ڈھنی بیماریوں میں بٹلا کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہو گئی ہے کہ میں وی چینلز پر عوام الناس کے لیے سیاستدانوں کی لا یعنی گفتگو سننے کی بجائے بھانڈوں اور مسخنوں کی باتوں میں دچپی کا سامان زیادہ ملنے لگا ہے۔ جس کو ٹاک شاک کہا جاتا ہے۔ قومی زبان اردو کو ہندی لہجہ میں بول کر بگاڑا جاتا ہے۔ اشتہارات اور چینلز میں لغوز بان بولی جاتی ہے جس نے شاشتہ اور نتیجی زبان بولنے کے تصور کو ختم کر دیا ہے۔ بھارتی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے بنائے گئے چینلز نے چھوٹے بچوں کی زبان بگاڑ کر روایتی شاشتگی کا ناس کر دیا ہے۔ قوم کی نوجوان نسل کو تباہ کرنے کے لیے میں وی چینلز پر موبائل فونز کے اشتہاراتی اور پلٹنی پروگراموں اور جنگلز کی بھر مار ہے۔ جو آج کے دور میں لہو و لہب، عربیانی، فاشی اور نوجوان نسل کے اخلاق کو بگاڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ موبائل فونز پر رات گئے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے لیے مفت بات چیت (chatting) کے پیکجوں کے آفر دیئے جاتے ہیں۔ ساری ساری رات قوم کے بچے جاگ کر شہوانی اور جنسیاتی بات چیت میں گزار دیتے ہیں۔ صبح وہ کیا خاک سکول کا بھوپیں میں جا کر تعلیم پر توجہ دے پائیں گے۔ کیا حکومت وقت، ارباب بست و کشاد اور قومی قائدین اس حقیقت سے بے خبر ہیں؟ نہیں، قطعاً نہیں، بلکہ وہ منافع کے اس کاروبار میں وہ بھی بطور شریک دار برابر کے شریک ہیں۔ نوجوان نسل کو موبائل فونز کے ذریعے جس عظیم تباہی سے دو چار کیا جا رہا ہے اور مغربی اور ہندوستانی فلموں کے بے حیائی اور بے شرمی کے جو عریاں مناظر قومی میں وی چینلز پر دکھائے جاتے ہیں، نوجوان نسل ان کو دیکھ کر خود بخود ان مردا نہ صلاحیتوں سے ہاتھ دھوری ہی ہے کہ جو اقوام و ملل کی غیرت، حمیت، طاقت اور شجاعت کی ضمانت ہوتے ہیں، اور جن پر اقوام کے مستقبل کی تقدیریکا دار و مدار ہوتا ہے، وی چینلز پر نیچزوں، مختشوں اور خواجه سراووں کو خاص گٹ اپ میں بڑے ذوق و شوق سے سکرین کی زینت بنایا جا رہا ہے، تاکہ نوجوان نسل ان کو ملک کے معزز ترین افراد تصور کریں۔ فلمی اداکاروں اور ایکٹرسوں کو ستارے کہا جاتا ہے۔ اور ان کو قومی اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ قوم اور نوجوان نسل کو

ایک خاص قسم کی جنسی انارکی کی طرف لے جانے کی گھناؤنی سازش ہے۔ جو حکومتی سرپرستی کے تحت ہو رہی ہے۔

ظلم کی انتہا جائیے کہ اب تو عید جیسے مقدس ایام میں بھی ٹی وی چینلز پر مکروہ صفت ایکٹروں، ایکٹرسوں اور ایمکر پرسن کے بے حیائی والے ایسے پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسانی شرم و حیاء دور کریں کونے میں منہ چھپا کر رو رہی ہوتی ہے۔ ایمکر پرسن نوجوان لڑکیاں یقینوں، خواجہ سراوں اور مختنوں کے ساتھ گلے ملتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ جڑ کر ایسے بیٹھتی اور لپتتی ہیں، جیسے وہ ان خواجہ سراوں سے کوئی خاص فیض حاصل کر رہی ہوں۔ مرد عورتیں، لڑکے لڑکیاں کھلے عام ایکدوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں، گلے ملتے ہیں اور ایکدوسرے کو یار کے لفظ سے پکارتے ہیں۔ اور اس لفظ کو آپس میں بے تکلفی اور دوستی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستانی رسم و اعلیٰ شادی بیاہ کے پروگرام پاکستانی قومی ٹی وی چینلز پر دکھائے جا رہے ہیں۔ یہ سب اداکار لڑکے لڑکیاں مسلمان اور امت مسلمہ کے افراد ہیں اور ایک اسلامی مملکت کے وہ باشندے کہ جنہوں نے ملک عزیز میں نظر یہ پاکستان کو فروغ دینے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ ایک بین الاقوامی سازش کے تحت حکومتی اشارے پر ٹی وی چینلز کی نوجوان ایمکر پرسنر ملک عزیز کے مختلف شہروں کے گندگی اور فاشی کے بازاروں میں جنہیں وہ بازار حسن کے نام سے پکارتی ہیں، طوائفوں کے کوٹھوں اور بالاغنوں پر جا کر نوجوان طوائفوں اور عصمت فروش عورتوں (prostestutes) سے ایسے خاص انداز میں انٹرویو کرتی ہیں۔ کہ عوام ان کی طرف زیادہ سے زیادہ راغب ہوتے چلے جائیں۔ جن پاکستانی نوجوانوں اور بچوں کو شاہی محلہ اور ہیرا منڈی جیسے مکروہ ناموں کا علم تک نہ تھا، ٹی وی کے یہ پروگرام دیکھ کر وہ اپنے بڑوں سے ان کی تاریخ اور محل قوع کے بارے میں استفسار کرنے لگے ہیں۔ ایمکر پرسن ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کرتی ہیں کہ یہ پیشہ ملک کا ایک گرانقدر ورثہ اور تہذیبی پلٹر ہے۔ جس کے فروغ کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

مکہ میں فاشی، عربیانی، ناق گانے، تھے کہانیوں، داستانوں، نقالی اور اداکاری جیسے مکروہ دجالی منصوبے کے ذریعے دین اسلام کی دعوت کی راہ میں شدید رکاوٹیں کھڑی کرنے والا منصوبہ ساز، ہوا الحدیث کا ماہر فکار نظر بن حارث؛ کچھ عرصہ بعد غزوہ بدر میں کئی دوسرے کفار مکہ کے ساتھ گرفتار ہوا۔ اس عہد کے رواج کے خلاف سرکار مدینہ رحمۃ للعلیمین ﷺ نے اسی ان جنگ کے ساتھ بہت رحمندانہ اور نیک سلوک کیا۔ ان میں اکثر کوفدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ جن کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لیے رقم نہ تھی، ان کو محض آئندہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کرنے کے وعدے پر رہا کر دیا۔ اور پڑھے لکھے قیدیوں کو مسلمان بچوں کو تعلیم دینے کے عوض رہا فرمادیا لیکن یہو

الحدیث کے ماہر، نظر بن حارث کو معاف نہیں کیا گیا۔ اور اس کو موت کی سزا دی گئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ نظر بن حارث کا ”فن“ پوری عالم انسانیت کی گمراہی اور تباہی کا موجب تھا۔ دنیا میں انسانیت کی تباہی کا شاید ہی اس سے زیادہ کوئی اور بھی انک کام بھی ممکن ہو۔

نظر بن حارث کی روحانی اولاد کو ملک عزیز میں حکومتی سرپرستی، دین مخالف عناصر اور علمائے سُوكی بے حسی کی وجہ سے ایسا مناسب ماحول میسر ہے کہ وہ اس ”فن“ کی بڑی تیزی سے نشوونما کر رہی ہے، وہ پھولی پھلتی جا رہی ہے اور نوجوان نسل اور تہذیب انسانی کو تباہ کر رہی ہے۔ پاکستان کی تمزیل، بر بادی اور تباہی میں لہوا حدیث کی فکاری اور پُر کاری کا کردار سب تباہیوں سے بڑھ کر ہے۔ علامہ اقبال مفکر پاکستان اور اہل درد حضرات بار بار مسلمانوں سے کہتے رہے، لیکن بے سود؛ کیونکہ آج کا حکمران ٹولہ پیروں اشارے پر خود لہوا حدیث کا سب سے بڑا سرپرست اور پر چارک ہے:-

حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کار و بار لات و منات
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے
رہا نہ تو تو نہ سوز خودی نہ ساز حیات!
حضرت علامہ اقبال نے سینما اور ادا کاری کے متعلق بہت پہلے فرمایا تھا:-

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے سینما ہے یا صفت آذری ہے!
وہ مذہب تھا اقوامِ عہد کہن کا یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے!
وہ دنیا کیا مٹی، یہ دوزخ کی مٹی وہ تباہ خاکی، یہ خاکتری ہے!
نوجوان نسل کی اخلاقی تباہی کو فرعونی طاقتیں اپنی سب سے بڑی کامیابی تھیں۔ سورہ الاعراف کی ایک سوتائیسیں آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرعون کے ان الفاظ کے بارے میں بتاتا ہے، جو وہ اپنے اتحادیوں سے کہتا ہے ”میں ان (مخالفین) کے بیٹوں کو قتل کر دوں گا“، یعنی اپنے نظریہ سیاست کے مخالفوں کا جسمانی قتل بھی کروں گا اور معنوی لحاظ سے در پردہ ان کے نوجوانوں کی جسمانی اور مردانہ صلاحیتوں کو بھی فاشی، عربیانی، بد کاری اور جنی نراث کے ذریعے تباہ کروں گا۔ تا کہ ان میں وہ طاقت، شجاعت، غیرت اور قوی محیت باقی نہ رہے۔ کہ جس کے ذریعے وہ میرا مقابلہ کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے فرعون کے جانشین آج بھی قوم کے بچوں کو اعلیٰ اخلاقی تعلیم و تربیت، جسمانی اور ہنری ورزشوں، قوت اور دماغی صلاحیتوں سے اسی طرح محروم کر کے طرب و نشاط، نغمہ و موسیقی، ناج گانے اور لہو والہب کے مشاغل پر لگاتے ہیں، وہ نوجوانوں کو عورتوں

کی طرح حلیہ بنانے، بننے اور سنوارنے کا شوق دلاتے ہیں، پاکستان میں مختنوں اور یتیمینوں کے مکروہ اور خلاف اسلام کاروبار کو اسی مقصد کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ تحفظ دیا جا رہا ہے، پرنسپ اور الیکٹرانک میڈیا پر ان کے خاص پروگرام انتہائی دلکش انداز میں دکھائے جاتے ہیں، ان کے گندے کاروباری معاملات میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر بھاری معاوضہ دے کر ان سے محافل طرب و نشاط سجائے جاتے ہیں۔ شاہراہوں، سڑکوں کے فٹ پاٹھ اور ٹریک سگنل والے چوراہوں کو ان کے اڈوں کی صورت دی جا رہی ہے۔ ہٹلوں اور شیشہ کیفیوں میں عورتوں کے روپ میں نوجوانوں کے ساتھ ان کے آزادانہ اختلاط کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں اخبارات میں یہ بھی انک خبر شائع ہوئی کہ وفاقی دارالحکومت میں ایک غیر ملکی اسلام دشمن سفارت خانے میں اعلیٰ حکومتی حکام کی موجودگی میں کھلم کھلا ہم جنس پرستوں کے لیے جشن آزادی کی خصوصی تقریب منعقد ہوئی۔ شرکاء جشن نے پوری آزادی اور سہولت سے ہم جنسی اور آزادانہ اختلاط کیا، شراب و کباب کے دور چلتے رہے، غیر ملکی سفارت خانے کے حکام یہ خلاف انسانیت کام کرنے والوں کو ہر سطح پر اپنی حکومت کی حمایت کا یقین دلا رہے تھے۔ اعلیٰ پاکستانی خاندانوں کے لڑکے لڑکیوں کو خاص دعوت دی گئی تھی، جنہوں نے زنانہ و مردانہ روپ دھار کر خوب دادیش دی۔ بنظر غائزہ دیکھا جائے تو یہ پاکستان میں بین الاقوامی دجالی منصوبہ ”انتشار فتنہ جنس اور فحش“ (explosion of sex, affluence and extravagance) کا پہلا پارت (episode) تھا، جو مغربی دنیا میں تو کئی سالوں سے قانونی اور آئینی طور پر عام ہے لیکن پاکستان کی سرزی میں پر پہلی بار سرکاری سطح پر نافذ کرنے کے لیے اس کی راہ ہموار کی گئی۔ اور پہلا بیج بویا گیا۔ پاکستان میں انسان کی فطری آزادی کے نام پر اب مغربی دنیا اس غیر فطری شیطانی عمل کی بھر پور حمایت کرے گی۔ اس کی کامیابی کے لیے بے تحاشا فنڈ دیئے جائیں گے، اسلام مختلف، بے دین پاکستانی حکمران، صاحبان اقتدار اور گمراہ اشرافیہ اس دجالی اور فرعونی کام کی پوری حمایت کریں گے۔ بالکل اُسی طرح، جس طرح پاکستان میں خواجہ سراوں، مختنوں اور یتیمینوں کی سرکاری سرپرستی کر کے ان کے کاروبار کو ترقی دی جا رہی ہے۔

خلافے راشدین اور فقهائے دین کا فتویٰ ہے کہ کھلم کھلا بے حیائی، بے شرمی اور اباحت پھیلانے کے مرتكب افراد کے خلاف شرعی عدالتوں میں مقدمے چلا کر سخت سزا میں دی جائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ ہم جنسی کرنے والے مجرموں کو تموار سے قتل کر کے ان کی لاشوں کو جلا دیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول کرم ﷺ نے ان مردوں اور عورتوں پر لعنت کی ہے کہ جو ”تغیر علق اللہ“ جیسا گھناونا کام کرتے ہیں، یہ

شیطان کی ملازمت (service) اور اتباع کرتے ہیں، مغربی دنیا کی اصطلاح میں جسم فروشی کرنے والی عورتیں اور مرد اس کو جسمانی خدمت کی فروخت کا نام دیتے ہیں۔ اور اس کو کسی فہم کی قباحت نہیں سمجھتے ہیں۔ سورہ نساء کی ۱۱۹ اوریں آیت کریمہ میں شیطان نے بہت بے ادبی سے اللہ تعالیٰ کے حضور تعلیٰ کی کہ ”مجھے قسم ہے کہ میں (نوع انسان) کو ضرور بہکاؤں گا اور ان کو طرح طرح کی امیدیں دلاوں گا اور ان کو سکھلاوں گا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں بدل ڈالیں (اور اللہ کے احکام کی حکم عدوی کریں) اور (اللہ فرماتا ہے) کہ جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے تو وہ صریح نصان میں رہا۔“ حضرت انس بن مالک[ؓ]، مجاهد، عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ کسی انسان کا خصی کرنا (خیانت اور پیغمبرا بنانا اور اس کو گندے کاموں کی تربیت دینا) اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلا (تغیر خلق اللہ) ہے، اور اللہ کے امر میں تغیر کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر[ؓ] بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت پر لعنت کی جو ایک عورت کے بالوں کے ساتھ دوسری عورت کے بال ملاتی ہے اور جسم کے گودنے والی اور گودوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ (صحیح بخاری) جو مرد عورتوں کی طرح چوٹی کرتے ہیں۔ اور جو عورتیں مردوں کی طرح بال کٹوائی ہیں یا سر منڈاتی ہیں۔ مرد اور لڑکے عورتوں اور عورتیں اور لڑکیاں مردوں کی طرح لباس پہنچتی اور روپ دھارتی ہیں۔ یہ سب اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنے کے جرم کا صریح ارتکاب کرتے ہیں۔ تغیر خلق کے معنی اللہ کے دین کو بدلا اور اس میں تغیر کرنا، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنے کے مترادف ہے۔

قیام پاکستان کے وقت جوان اور آج کی بوڑھی نسل وہ تھی، جس نے اس نسل کو دیکھا کہ جو پاکستان بنانے کے عظیم کارنامے کے بعد اللہ کو پیاری ہو گئی۔ 1947ء کے بعد موجودہ نسل نے پاکستان کو جس طرح تعمیر کیا، وہ سب کچھ موجودہ نئی نسل کے سامنے ہے۔ موجودہ بوڑھی نسل نے جہاں دفاع پاکستان کو مضبوط بنانے کے لیے اس کو ایک عظیم جو ہری طاقت بنانے کا کارنامہ سر انجام دیا اور جیسے تیسے کر کے پاکستان کو اب تک قائم رکھا، تین آبی ذخیرے بنائے۔ تعلیمی درسگاہیں، سکول کالج اور چند یونیورسٹیاں بنائیں۔ موافقانہ پرنٹ اور الیکٹریک نظام کی تخلیل کی، گواں نے یہ سب بہت سست روی اور نا اہلی سے کیا، مگر پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ کرتی رہی، نئی نسل ملکی ترقی میں ان کی اس کاہلی، سست روی اور بد عنوانی کو سہہ لیتی، لیکن جس بھی انک مکروہ اور گھناؤ نے جنم کا داغ بوڑھی نسل امت مسلمہ کے دامن پر لگا چکی ہے، نئی نسل شاید اس کو قیامت تک نہ بھلا سکے۔ اسی نسل کے ایک نظریہ پاکستان مخالف ٹوٹے نے ”ادھر تم ادھر ہم“ کا نعرہ لگا کر مادر وطن کو دولخت کرنے کے گھناؤ نے اور ناقابل

فراموش جم کا ارتکاب کیا۔ مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے الگ کر کے بغلہ دیش بنایا اور بھارت کے ساتھ مل کر امت مسلمہ کے سینہ میں ایسا خجھ گھونپ دیا کہ جس کا اندر مال ہونا قیامت تک ممکن نہیں۔ یہ حصول اقتدار اور ہوا و ہوس کا ایک بھی انکھیں کھیل تھا۔ جو پاکستانی قوم کے ساتھ کھیلایا گیا۔ ایسا کیوں، کس کے ایماء اور کس سازش کے تحت کیا گیا اور کس نے اس گھناؤنی، مکروہ اور ہولناک سازش میں حصہ لیا؟ آج کی موجودہ نئی پاکستانی نسل کا سوال ہے۔ جس کا صحیح جواب دینا موجودہ بوڑھی نسل پر واجب ہے۔ اگر یہ لوگ نئی جوان نسل کو سچی بات بتانے سے گریز کریں اور حقائق کو چھپانے کی کوششیں کریں گے تو جان لیں کہ جہاں وہ اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت بتا کرنے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے آپ کو مجرم ٹھہرائیں گے، وہیں وہ پاکستان کو مزید تباہی اور بر بادی کے گڑھے میں چھینکے کے جرم کے بھی مرتب ہوں گے۔ نئی نسل اور آئندہ آنے والی نسلیں اُن کا یہ بھی انکھی جرم کبھی بھی معاف نہیں کریں گی۔ جن لوگوں نے پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے کا جرم عظیم کیا ہے وہ لوگ اللہ کے سامنے ضرور جوابدہ ہوں گے۔ صاحبان فکر و نظر جب پاکستان کو دوخت کرنے والے لوگوں کے کردار پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ وہ لوگ فکری اور عملی طور پر اسلامی فلسفہ زندگی اور نظریہ پاکستان کے صرخ منکر ہیں۔ وہ اسلام دشمن طاقتوں کے پروردہ ہیں۔ ان کی تعلیم اور تربیت اسلام دشمن اداروں کے اندر ہوئی اور وہ قرآن، حدیث اور اسلامی تعلیمات سے یکسر بے بہرہ اور دین مخالف لوگ ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے ایک طویل اور جان گسل جدو جہد کے بعد عظیم قربانیاں دے کر پاکستان کی تشكیل کی۔ قربانی دینے والے ان نفوس قدسیہ نے پاکستان کیوں بنایا؟ اس کے وجہات اور اسباب کیا تھے۔ تاج برطانیہ جیسی جابر اور قاہر سلطنت، برٹش انڈیا جیسی ظالم حکومت اور چالیس کروڑ ہندوؤں سے ٹکر لینے کا جذبہ ان میں کیسے پیدا ہوا۔ حریت فکر کے حامل اور آزادی کی ترپ رکھنے والے نوجوانان پاکستان کے لیے یہ وہ داستان ہے، کہ جس کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو جانتا اور حرر جان بنانا آج کی نوجوان نسل کے لیے روح حیات اور شاندار مستقبل کی نوید ہے۔ پاکستان کی نوجوان نسل کا سوال ہے۔ کہ نظریہ پاکستان اور لا الہ الا اللہ کے عہد پر حاصل کئے گئے پاکستان میں آج ان کے سنبھرے مستقبل کو تباہ کرنے کے لیے جو ہتھنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں، وہ کون لوگ کر رہے ہیں اور کس کی ایماء پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے؟۔ پاکستان کو بنانے میں نظریہ پاکستان کا کیا بنیادی کردار تھا۔ اور موجودہ حالات میں جب پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی بنیادوں کو تباہ کرنے کے بین الاقوامی منصوبوں کا انکشاف ہو رہا ہے۔ نظریہ پاکستان کی اہمیت کیا ہے اور اس کی کتنی ضرورت ہے؟ کیا نظریہ پاکستان کو معدوم کر دینے کی صورت میں پاکستان کے قیام کا کوئی جواز رہ جائے گا؟ (جاری ہے)

قرآن حکیم اور ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ

حافظ شکلیل احمد طاہر

قرآن حکیم، فرقان مجید، صحیفہ آخرین، کتاب ہدایت، منزل من اللہ، پیغام سادوی سراپا نور و ہدایت ہے جس پہلو کا مطالعہ کریں اور اس نور صرف منزل کے نشان ہی نہیں دیکھاتے بلکہ ہاتھ تھام کے منزل مراد تک لے جاتے ہیں۔ کوئی الہام، استقام اور ابہام فکر قرآن میں ہرگز نہیں۔ واضح، بین اور روشن ہے۔ حضور خواجہ کائنات، آقائے کوئی نہیں، فاتح بدر و حنین، جد حسین، امام الحرمین ﷺ کا ذکر حسن و برکت، ذکر نور و نکہت، ذکر سعادت و نعمت اور نور بین کا مرکزی و محوری موضوع ہے۔ 6666 آیات نور کا ہر کلمہ ذکر مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہ کوئی جذباتی غیر حقیقی امر نہیں حضرت شیخ محقق، محقق بحق، امام بحق، عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے تذکرہ ”اخبار الاخیار“ میں سرزی میں ہند میں ایک تفسیر قرآن حکیم کا ذکر کیا ہے جس کا مخطوطہ آپ نے خود ملاحظہ فرمایا۔ اس کا ایک ایک حرف ذکر و نعمت مصطفیٰ ﷺ کے نکات عظیمہ مضامین عالیہ سے پر نور ہے۔ قرآن صاحب قرآن کی عظمتوں، رفعتوں، سطوطوں کے کیا کیا باب کھولتا ہے۔ اور ذہن پر نور کی کیا کیا قوس و فزان بکھیرتا ہے۔ محبتوں کی کون سی وادیاں کھولتا ہے۔ نظر کو کونسے افلاک عطا کرتا ہے۔ عقل و دانش کو کیا عظمتیں عطا کرتا ہے۔ آئیے رخ والضحیٰ کی خوفناکیاں اور اس قرآن میں دیکھیں۔ جیسیں والجبر کی تابیاں سطور قرآن میں دیکھیں۔

۱۔ عظمت و رفعت مصطفیٰ ﷺ

قرآن حکیم نے انبیاء و مسلین ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کے ابواب رقم کئے۔ الہامی، سادوی کتب و صحائف میں آج صرف قرآن عظیم نظر آتا ہے بلکہ محرف کتب کا تقابی مطالعہ قرآنی عظمت کا بین ثبوت ہے۔ اسی سے تصور نبوت و رسالت کے اعلیٰ، برتر، عظیم تر خدو خال اور نقوش واضح ہوتے ہیں اور جہاں تک آقائے ابد قرار، حضور جیب کردار کا ذکر پر عظمت، پر رفعت، پر سطوت، پر منزلت، پر تمکنت ہے وہ اون کمال پر ہے۔ آئیے اپنے خود ساختہ، خود پرداختہ تصویرات سے تاب ہوں اور فکر قرآن کو دل و دماغ پر رقم کریں اللہ تعالیٰ

کافرمان ”وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتَحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا“ کے مطابق اے محبوب مکرم ﷺ آپ کے اس بڑیم گیت میں آنے سے قبل اہل کتاب آپ کی عظمتوں کے شناسا تھے، آپ کی رفتاروں کے قصیدہ خواں تھے اور جب دوسری اقوام و ملل سے واسطہ پڑتا تو آپ کا نام نامی، اسم گرامی سے ہزار برکت لیتے اور بارالہ میں تو تسل اسم محمد ﷺ پیش کرتے اور فتح و نصرت ان کے قدم چوتھی، بلا کیم راہ بدل لیتیں، مشکلیں حل ہو جاتیں، وقتیں کافور ہو جاتیں، شدائد ہوا ہو جاتے ان کا وجود باوجود لاکھوں کرم نوازیوں کا باب کیوں نہ کھولے۔

جدالانبیاء حضرت ابراہیم خانہ خدا کی تغیر کے بعد خداوند دو عالم کے حضور دست بدعا ہوئے۔ مانگتے جب نکتہ کمال پہ پہنچے تو نبی با کمال، ابن با کمال، مرسل با کمال کے لئے الفاظ مبارک کے پھول بیوں پہ بج سچ گئے۔ عرض کی رَبَّنَا وَابْنَنَا فِيْهِمْ رَسُولُّا“ بارالہ، مجھے مصطفیٰ کریم ﷺ کا بابا بنادے۔“ وَمَنْ ذُرِّيْتَنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ”اور جب سلسلہ نسب نسل جلوہ افروز ہوا اس کے فرد فرد کو چادر حفاظت و طہارت عطا کر۔“ قلب مصطفیٰ ﷺ میں قبلہ براہیم کی خواہش پھرول سے مچلتی تھی۔ لیکن جب آرزو مبارک بن کے دوران نماز آئی اور سوئے آسمان دیکھا تو دوران نماز پوری کر دی گئی۔

دہمن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا

ایک ہی مقام پر خداوند دو عالم نے پندرہ مختلف پیراؤں، اسالیب، انداز ہائے کلام، میں فرمایا ”فَوَلَّ وَجْهَكَ“ فَوَلُوا وَجُو هَكُمْ۔“ محبوب! چہرہ نور فزا، رخ والخطی، قبلہ براہیم کی طرف پھیر لیں کا حکم ہوا وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا میں وہ عظمت سے ہمکنار کیا، بہرہ یا ب کیا کہ کائنات تحت و فوق دنیاۓ یہیں ویسا ر، عوالم سماوی و ارضی، اکوان مریٰ و غیر مریٰ کو اپنے محبوب مختار ﷺ پہ آشکار کر دیا۔ آپ ملاحظہ کوں و مکان یوں فرمائیں جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔ آپ والی مدینہ ﷺ کی عظمتوں اور رفتاروں کا عالم یہ ہے کہ کتب سابق، صاحائف سابق میں جگہ جگہ آپ کی عظمتوں کے ابواب کے ابواب نازل فرمائے۔ ام ماضیہ، ام سابقہ کا فرد فرد کیوں نہ جانے قرآن گواہ ہے کہ يَعْرِ فُونَهَ، كَمَا يَعْرِ فُونَ أَبْنَاءَ هُمْ“ وہ یوں پہنچانتے جیسے ماں جhom میں اپنا بچہ پہچان لیتی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ محبوب پیارے، دو عالم تجھ پہ ثار بھلا اس کو ایمان سے واسطہ کیا جو تجھے حاکم و حکم نہ مانے۔ جو تیری حاکیت مطلقہ کوئہ نہ مانیں۔ جو عقل قربان کن پیش مصطفیٰ

کا قائل نہ ہو، اطاعت و تابع داری مصطفیٰ کی دلہیز پر ہاتھ باندھے نہ کھڑا ہو۔ آج جس کے دامن میں کوئی نکٹرا ہے وہ نکٹرا در مصطفیٰ ﷺ سے ملا ہے۔ كُلَّا نُمَدْ هُولَاءِ وَهُوَ لَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ۔

منگتے تو ہیں منگتے مجھے شاہوں میں دیکھا دو جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو
 لَعَمْرُكَ أَنَّهُمْ لَفِي سَكُرٍ تَهُمْ يَعْمَهُونَ حسین کے نانا شیخ نعمت اللہ، فاطمۃ الزہراء کے بابا شیخ نعمت اللہ تیری
 کتاب زندگی کے ورق قسم، ہر نوری سطر کی قسم، فرمایا لَعَمْرُكَ تیری ساعت ساعت، گھڑی گھڑی، لمح لمح
 کی قسم آپ کی عظموں کا کیا احاطہ کہ آپ تشریف لائے ایسے ہی منفرد، ممیز اسلوب قرآنی میں فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ
 عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا ” ضرور بضرور خداوند دو عالم نے تم پر احسان عظیم، کرم عظیم، فرمایا کہ آپ
 پیارے محبوب شیخ نعمت اللہ کو اے خاکیو، ناسیبو، ارضیو، تم میں مبعوث فرمایا۔ لَا فِسْمُ بِهَذَا الْبَلَدِ اے دعاۓ خلیل، اے
 مژدہ مسح! جہاں تیرے نور بانٹنے قدم آئیں ان بچھوں کی قسم۔ اے سیاح لامکاں تو جن گلیوں میں چلے اس کے
 ذرروں کی قسم، جوز میں تیرے قدم چویں، جو فضا میں تیرے لب و رخسار چویں اس کی قسم۔

خنک شہرے کے آنجا دلبر است

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اَءِ الْيَ دَارِينَ سَلَّمَ تِيمَ تِيرَے پیکر اتم، تیرے وجود
مطہر کو نمونہ کمال، طریقہ اکمل بنایا۔ ہر راستی آپ کے قدموں سے چھٹ جانے میں ہے۔ آج ہم در بدر
ٹھوکروں کی نظر کیوں؟ قعر مزلت ہمارا مقدر کیوں؟ اس طریقہ اعلیٰ کو چھوڑ کے مغرب کی دہلیز پہ سجدہ ریز ہیں۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ اذْ ظَلَمُوا اَنفُسَهُمْ جَاءُ وَكَ فَاسْتَغْفِرُ اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لَهُمُ الرَّسُولُ۔ ”ارے اپنی جانوں پر ستم
کرنے والو، اپنی چادر پاکیزگی کو گناہ سے آلودہ کرنے والو، ظلمت اثم سے پراگنہ وجودو۔ دنیا میں کھو جانے
والو۔ آؤ در مصطفیٰ سلیمانیہ پہ آؤ۔ میرا رسول اگرسوئے فلک دیکھ لو تو دفتروں کے دفتر تمہارے سیاہیوں کے دھل
جائیں گے۔ ارے ابھی عظمت کے آفتاب کو نیم روز کی طرح دیکھ کے بھی ہم متعدد ہیں۔ الْنَّبِيُّ اَوْلَى
بِالْمُوْمِنِينَ مِنْ اَنفُسِهِمْ جان سے قریب تر ہونے کا ملکہ عظیمہ، قوت عظیمہ عطا فرمائی گئی۔ امتی کے احوال کا
لمحہ لکھیں گندب خضری سلیمانیہ کی نگاہ غیوب داں میں ہے۔

امتی جو عرض کرے حال زار سے ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

۲- آداب بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم نے ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ متنوع جہات اور مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے۔ ذکر سرور کو نین ﷺ میں ایک اہم ترین پہلو ذکر آداب بارگاہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ایسے آداب عظیم، آداب دقیعہ، آداب عالیہ، آداب رفیعہ ذکر فرمائے جو اولین و آخرین میں کسی کے لئے ذکر نہ ہوئے لا تَقُولُوا رَأْعِنَا راعنا مت کھو، لفظوں کے اختیار کا ادب تعلیم فرمایا۔ ایسا لفظ جس کے کئی معانی ہوں اور کوئی سوئے ادب پہلو ہو تو ترک کردو۔

لفظ لفظ سوچو، غور و تعمق کرو، فکر و تدبر کرو، صد بار سوچو، اب بلوو۔ لا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ كَدُعَاءَ بَعْضُكُمْ بعضاً۔ میرے محبوب مکرم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دینے والو! سنو، پکارتے ہوئے ایسے مخاطب مت کرو جیسے بے تکلف ایک دوسرے سے کلام کرتے ہو۔ عزت بخاری نے کہا۔

ادب گایسٹ زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بازیزد ایں جا پکارتے ہوئے حسین لفظوں کا چناؤ کرو۔ دنیا کے کسی ادبیات کے شعبہ کا مطالعہ کریں ہر ادب کہتا ہے ”الفاظ متناسبہ بر جگہ متناسبہ استعمال کردن ادب است“، تو گویا مخاطب مصطفیٰ ﷺ کے ادب کا ہر جگہ خیال رکھا جائے گا تو وہ لامحah ادب بن جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ آداب گفتگو میں آداب کلام میں یاد رکھو تمہاری آواز اوپنجی نہ ہو پائے، دم سادھ لو، اگر بات کرو تو سراپا ادب بن جاؤ۔

کہاں کی برابری؟ کہاں کی مثبتی؟ کہاں ہمسری، خداوند دو عالم تو آواز مصطفیٰ ﷺ میں برابری مطلقاً پسند نہیں کرتا۔ کیا یہ فکر فکر قرآن ہو سکتا، قرآن مجید جن کی عظمتوں کے زمزے گنگتائے، قرآن مجید جن کی رفتگوں کا نغمہ خواں ہو اور فکر جدیدہ کے ریزہ خوار شخصیت پرستی کے فتنہ میں بنتا ہیں۔ قرآن سے پوچھو؟ کہ تم کس فکر کے حاشیہ بردار ہو۔ قرآن کا روشن آئینہ تم پہ واضح کر رہا ہے۔ لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ كَلْمَ ادب بارگہ مصطفیٰ تعییم کر رہا ہے کہ بے جا موشگافیاں چھوڑو، سوالات بے جا ترک کرو، مطلق سوالات کا دروازہ بند نہیں۔ احادیث مبارکہ کے نور بکھیرتے اور اس بات کے شاہد ہیں، سوالات تو لاکھوں ہوئے تو پھر سوالات کو منع کرنے کا حکم کس کے لئے ہے؟ غلط مسؤولیت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ادب شناس بارگاہ بن کے بیٹھو۔ حضور تاجدار کون و مکان ﷺ آرام فرماتے ہوں تو مجرمات مبارکہ کے باہر کھڑے ہو کے بلند آوازیں نہ کروتا کہ خلل انداز آرام محبوب مکرم ﷺ ہرگز نہ ہو۔ وَلَوْا نَهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ يَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ۔ اے کاش وہ در مصطفیٰ ﷺ پہ ادب باش ہو کے رک جاتے حتیٰ کہ میرا پیارا تشریف لے آتا کتنا اچھا ہوتا۔ خدائے لم بیل ولا یزال تو آپ کے آرام میں خلل پسند نہ کرے اور آداب عالیہ کی تعییم فرمائے اور آج کے جدید فکر کے علم بردار گرداب شخصیت پرستی میں گم ہیں۔ پڑھو کہ قرآن مجید کس عالی ادب کو عطا کر رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِبُو لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ ادب گریز، ادب انکار، ادب پرہیز، طبقہ کہاں سرچھپائے؟ دوران نماز آقا کے سلمان و بلال آواز نہیں تو نماز چھوڑ دیں اور قدیم مصطفیٰ ﷺ کو چو میں اور ہاتھ باندھے

حاضر ہو جائیں۔ نماز عبادت الہی کا اعلیٰ مقام ہے۔ لیکن مصطفیٰ کریم ﷺ کی آواز مبارک سنتے ہی ایک لمحے کی تاخیر مت کرو، بلکہ جب بھی پاکاریں آ جاؤ کیونکہ مصطفیٰ کا پاکارنا اللہ کے بلانے کی طرح ہے۔ اب خیال مبارک کا ڈھنڈو را پیٹنا اور بے ادبی کے گھرے گھرے میں جا گرنا۔ کہاں ہے؟ کیا راہ فرار اب اس حکم واضح کے آنے بعد ہے؟ ہوش کے ناخن لوکھیں آئیں تَجْبَطَ أَعْمَالًا لُكْمُ کا مژده جانفزا تھارے لئے نہ ہو۔

لَا تُقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ آدَابُ بَارِگَاهِ مَصْطَفَى ﷺ میں کیا کیا عظیم ادب تعییم اور تلقین کئے گئے کہ تم مرے محبوب مکرم ﷺ، موسیٰ انس و جاں کے افعال مبارکہ، اعمال سعیدہ سے ہرگز پہل نہ کرو۔ یہ تقدیم فعلی، تقدیم عملی بارگاہ الہی میں گوارا نہیں۔

۳۔ نعم بے پایاں بر مصطفیٰ ﷺ

قرآن حکیم، پیغام عظیم نے ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ کے متعدد پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ ہر پہلو اپنے مقام پر عظیم تر ہے۔ خداوند دو عالم نے جس ذات مکرم ﷺ کے سرتاج محبوبیت کبریٰ، تاج مقریبیت عظمی سجا یا ہے اس پنجم بے پایاں، احسانات بے حساب، انعامات لاتعداد ہے۔

”كُلَّا نِسْدُ هُنُولَاءِ وَهُنُولَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ“۔ بلکہ کائنات تحت فوق، پست و بالا اور سماوی و ارضی میں جتنی کرم نوازیوں کی برکھارت ہے سب پیارے محبوب تیرے وجود مکرم کی خیرات بُتی ہے۔ مالک و متصرف کون و مکان ﷺ، ہادی انس و جان ﷺ نے خود بھی تو فرمایا انماانا قاسم والله یعطی خزانوں کل میری دست عطا میں ہیں دینے والا خدائے مصطفیٰ ﷺ ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ خَدَائِ رَحْنَ، خَدَائِ بَخْشَنَهَ نَے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو کوثر عطا کی۔ اعطا یں عطا اور تصرف کا یک جا اظہار فرمایا۔ الکوثر میں کثرت کی کثرت جمع کر دی۔ متنی الجموع کے بعد کسی کثرت کا تصور محل ہے۔ کثرت عطا، کثرت اولاد، کثرت مقامات، کثرت عنایات، کثرت سعادات، کثرت برکات، کثرت خزانوں، کثرت زخارف، کثرت امت، کثرت مجرموں، کثرت اولیاء ہر پہلو کثرتوں کا حامل لامحالہ زبان پر آتا ہے۔ ”تم ہو محبوب رب، تمہارا ہے سب تمہارا ہے سب۔“

وَعَلَمَكَ مَالِمُ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا عَطَاءُ الْحَسَنَیِّ میں ایک عظیم ترین عطا و حسب ہے۔ جمیع انبیاء و مرسیین پر اکرام الہی کی بارش ہوئی۔ صفرن میں حضرت ابراہیم کو نعمت علم عظیم عطا ہوئی۔ حضرت اسماعیل ذبح علیہ السلام کی صورت میں بیٹی کی بشارت کا ارشاد الہی ہوا۔ حضرت لقمان کو حکمت و دانائی سے بہرہ یاب کیا گیا۔ لیکن جب اپنے محبوب معظم ﷺ پر عطا کی باری آئی تو فرمایا۔ مَالِمُ تَكُنْ تَعْلَمُ ”محبوب

ہم نے آپ کو علم بے پایا، علم ناپیدا کنار سے بہرہ ور کیا، جمیع علوم و فنون کے بھرکھول دیئے۔ جمیع علوم کے خزانے آپ کے دامن مبارک میں ڈال دیئے گئے۔

خداؤند دو عالم تو بے حساب عطا کرے اور آج ہم امت پیانوں میں لانے کے لئے کوشش ہوں۔ نہ جانے کیا کیا استدلالات کی قلابازیاں لگائی گئیں۔ نہ جانے کس داعینے کی تسلیکیں ہے اس امر میں؟ آن یعنی ربکَ مقامَ مَحْمُودًا مقاماتِ مصطفیٰ ﷺ، عنایاتِ مصطفیٰ ﷺ میں کیا کیا ذکر ہوا ہے۔ ہر چند کے جبلہ قرآن گواہ ہے دنیا میں آپ کی عظمتوں، رفعتوں کا لاکھوں بار اظہار ہوا ہے۔ لیکن بزم قیامت میں آپ کی عظمتوں کا وہ منظر حسین ہو گا جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کرسیِ محمود پر آپ میٹھ جائیں گے۔ شفاعتِ بزری کا پروانہ اپنے دستِ عطا میں ہو گا۔ آدمُ وَ مَنْ سَوَاهُ تَحْتَ لِوَالِي "آدم اور ان کے سواب سب مرے جہنم تے تھے ہوں گے۔"

الکرامۃ والمفاتیح یوْمَئِدِ بَیْدَیِ سب بزرگیاں اور سب خزانوں کی چاپیاں میرے ہاتھ میں ہوں گے۔

چوبازوئے شفاعت را کشائی بر گناہ گاریاں مکن محروم جائی رادر آں یا رسول اللہ

وَلَسُوفُ يُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضِی اور آپ پروردگار کل عطا آپ کو عطا کرتا جائے گا۔ رحمتوں کے درکھوتا جائے گا۔ سعادات کی وہ برسات ہو گی کہ آپ کے چہرہ قاسم نور کھل اٹھے گا۔

ہر غنچہ کہ گل گشت گہے غنچہ نہ گرد رد قربان زلب ہار گہے غنچہ گہے گل

الَّذِي أَسْرَى بِعَيْدَةَ لَيْلًا سر کار دو عالم ﷺ، غم خوار دو عالم پر کرم نواز یوں میں اک عظیم ترین پہلو سیاحت لامکاں، قیامِ حریمِ دنی، زیارت و کلام باری شبِ معراج میں عطا فرمایا۔ بے جواب زیارتِ الہی سے نوازہ جانا خاصہ مصطفیٰ ﷺ قرار پایا۔ بعض نقاد نے حضرت جبرائیل امین کی زیارت دلقاء کو معراج مصطفیٰ ﷺ قرار دینے کی لایعنی، مذموم کوشش کی۔ یہ عظمتِ ناشناسی ہے۔ یہ رفتہ نادیدگی ہے، یہ منزلت عدم آگہی ہے، یہ مکانتِ نابلدی ہے۔ صد ہزار اس جبرائیل اندر پڑھ

حضرت روئی فرماتے ہیں کہ اگر آقاۓ کو نین رخ عالم تاب سے ایک جاب اٹھاتے تو کیا ہوتا۔

تاخشر جبرائیل ہوش نامند۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى اے پیارے محبوب، کائنات تیرے وجود کا طواف کرتی ہے، شجر و جبر تیرے حضور مجرما بجا لاتے ہیں۔ چند سورج تیری بارگاہ میں ہاتھ باندھ کھڑے ہیں۔ بحر و بر تیرے حکم مبارک کا انتظار کریں، پتھر زبانِ محبت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ ہاں جب آپ زبانِ کن و نکان واکریں، جب آپ زبان کا شف اسرار کھولیں جب آپ زبان ہزار حکم کھولیں وہ وجہِ الہی ہے۔ ایک لفظ مبارک

ارادہ ذات، مثائق ذات، خواہش ذات سے نہ ارشاد فرمائیں۔ کلام مصطفیٰ ﷺ، کلام خدا ہے، زبان مصطفیٰ ﷺ زبان خدا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کسی نبی مکرم اور رسول مختصم کا کلام مبارک یوں حفظیت نہ پاسکا جیسا کلام حبیب خدا کو اعزاز حاصل ہوا۔

۳۔ منفرد تخاطب مصطفیٰ ﷺ

قرآن حکیم، فرقان مجید میں ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ کو متنوع، متفاوت اور مختلف پیراؤں میں مطالعہ کیجئے تو ایک امر بہت واضح، اظہر، بین نظر آتا ہے وہ منفرد طرز تخاطب، منفرد اسلوب کلام کا ہے۔ خداوند دو عالم، مالک ارضین وسموات ہے۔ انہیاء، مرسلین، مقرین، صاحبین، ابرار، اخیار سب اس کے بندے ہیں۔ وہ جسے چاہے ان سے کلام کرے لیکن وہ اپنے محبوب مختصم ﷺ کے ساتھ جب مخاطب ہو وہ بالکل ممیز نظر آئے۔ تو کیا اسالیب کلام الٰہی، اسالیب تخاطب ایزدی، معنی، حکمت اور دانش سے خارج قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ فعل الحکیم لا يخلو عن الحکمة۔ ”حکمت والے کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔“

يَا أَيُّهَا الْمَزَمُولُ اَءِ كَالِيْكَلِي اوڑھ کے آرام فرمانے والے پیارے، اس انداز تخاطب میں کیا ملاحظہ ہے، کیا عزوبت ہے، کیا مٹھاں ہے، کیا محبوبانہ اسلوب ہے، کیا عزت افرائی ہے، کیا پذیرائی ہے، کیا ردائے رحمت ہے، کیا پاس محبت ہے، يَا أَيُّهَا الْمُدْتَبِرُ ایک ہی طرز استراحت کو و مختلف تراکیب والفاظ سے اظہار کرنا چہ معنی دارد؟ تعلیم ہمیں ہے کہ میرے محبوب مکرم ﷺ کو نکرار لفظی سے مخاطب نہ کرو بلکہ نئے نئے الفاظ، جملات تراکیب، پیرائے، اسالیب، طرق، بدل ایجاد کرو۔ علم البيان، بیان و کلام، فصاحت و بلاغت کا علم کیا مالک نے اس لئے عطا کیا کہ اس کو ہر لغو، لا یعنی، مقصد گریز، تخریبی، معنی امور میں صرف کیا جائے اور جس کی عطا ہو اس کے محبوب مکرم ﷺ سے منہ موڑا جائے، حکمت قرآن میں یہاں کیا معنی مراد ہو گا۔ ایک طرف دو پیراؤں میں اظہار کرنا۔ تعداد اسالیب تنویر اسالیب پر دلالت کرتا ہے اور یہ الفتاویٰ ایک منفرد طرز اسلوب قرآن ہے۔ خداوند دو عالم نے قرآن حکیم میں بسم اللہ سے والناس تک جس نبی مکرم، رسول معظم، مرسل مختصم کو مخاطب کیا اس کا نام لیا اور مخاطب کیا۔ يَا آدُمْ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اے آدم آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں ٹھہریں۔ يَسْوُحُ الْهَبْطُ بِسَلَامٍ مِنَا۔ اے نوح آپ سلامتی کے ساتھ کنارے اتریے۔ يَلْدَأْوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔ ”اے داؤڈ ہم نے آپ کے سرتاج خلافت سجاایا۔“ الفرض متعدد امثال و نظائر قرآنی موجود ہیں۔ اس طرز کلام کو طرز مالک و مملوک، طرز عبد و معبد کہا گیا۔ لیکن والئی کوئین ﷺ کو مخاطب کیا تو تخاطب غیر اسکی فرمایا۔ 6666 آیات منورہ میں کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں کہ اسماء یا محمد ﷺ سے مخاطب

فرمایا ہو۔ آخر کیا سبب ہے کہ یہ ”تفاوت بین الاسالیب“ کیا ہے۔ ”فرق بین التحاطب“ کیوں ہے؟ اور کوئی تعبیر موزوں آج تک مطالعات قرآن میں منظر پر نہ آسکی سوائے ”تحاطب محبوبانہ“ کے۔ یہاں ماجرا اور ہے یہاں معاملہ، ملاطفہ خاص ہے۔ یہاں قصہ قصہ محبت ہے کہیں ”لیین“، اے سید کائنات، اے سردارِ دو عالم، کہیں ”طہ“، کہیں ”الغھی“ اے چاشت کی طرح روشن چہرے والے پیارے کہیں، ”ن“ اے نور ازل کے عکسِ لبراء، ”یاہیہ المزمل“، اے کالی کملی اوڑھ کے استراحت فرمانے والے، ”عفالله عنک لم اذنت لهم“، خداوند دو عالم نے تجھے چادر محبت میں لیا آپ نے ان بہانہ خوروں کو کیوں جانے دیا۔ ما کان اللہ لیعذ بھم وانت فیہم سوہنیا محبوبا! ان کی سیاہ کاریوں کی سزا کیا دیں کہ تیرا پیکر نور، وجود با جود ان کے درمیان ہے۔ لا تُحرِّكْ بَهِ لِسَانَكَ لِتَعَجَّلَ بَهِ ”یہ کائنات آپ کی نوک پا پے قربان آپ کیوں زحمت حفظ کرتے ہیں اِنَّا عَلَيْنَا جَمَعَةً وَقُرْآنَهُ هاں ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ اس کو جمع کرنا اور اس کی قرات کروانا۔ کوریں اس میں زجوں تو پیخ کے کیڑے نکلتے رہے۔ غبٹ باطن نہ جانے ان سے کیا کیا صادر کرواتا رہا۔ تفسیر قرآن کے نام سے تیرہ بختی مول یتے رہے۔ ”النبی“، ”الرسول“ کے مبارک کلمات سے خطاب فرمایا۔ نام نہ لیا۔

۔ تیرا ذکر کروں تیرا نام نہ لوں

ما آنَزْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى هم نے اس قرآن عظیم کو کیا اس لئے اتنا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور اپنے وجود ناز نہیں پڑ بوجھ رکھیں، قیام اتنا فرمائیں کہ قد میں شریفین پر بوجھ نہ آجائے۔ نہیں وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِين۔ پیارے محبوب ہم نے آپ کے پیکر نوری کو ہر وصف عطا کیا، ہر صفت سے بہرہ یاب کیا، سب کمالات اپنے مقام پر سب خوبیاں اپنے مقام پر سب اوصاف اپنے مقام پر لیکن وصف رحمت تیرا سہرا جمین ناز نہیں ہے۔ یا یہاً السَّبُّ اِنَا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَذَاعِيَا إِلَى اللَّهِ يَا ذُنْهِ وَسَرَاجًا مُنِيرًا۔ اے مجر صادق اے غیب دان عوالم ہم نے آپ کو جہانوں کا ملاحظہ کرنے والا، شکستہ دلوں پر مرحم رکھنے والا، ڈر سنانے والا، خدائے رحمان کی بارگاہ میں لانے والا، کائناتوں کو روشنیاں بکھیرنے والا، بنا کے بھیجا۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنْتُمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ تحقیق تمہارے کارزار حیات میں رسول محترم تشریف لائے۔ کیا اسلوب محبت ہے۔ عزیز علیہ ماعتتم تم پر جو تکلیفیں کلفتیں آتی ہیں وہ آپ پر شاق گزرتی ہیں۔ حریص علیکم بالمؤمنین روف و رحیم ہم خا کیوں، ناسیوں، ظلمتوں کے خریداروں، غفلتوں میں گم گشتگان کے لئے آپ حریص ہیں کہ ہم راہ ہدایت پالیں۔

۵۔ حکمی وحدت مصطفیٰ طیب علیہ السلام

قرآن حکیم ہدی للعالمین ہے۔ قرآن حکیم حدی للناس ہے۔ قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے۔ قرآنی

ہدایت کے لئے قلبی خلوص۔ طلب ہدایت ضروری ہے۔ قرآنی ہدایت صاحب قرآن کے ادب و اکرام کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ قرآنی فلکر کو قرآنی اصول، قرآنی اسالیب سے اخذ کریں تو تصورات روز روشن کی طرح واضح ہو جائیں گے۔ اپنے افکار کو قرآنی استدلالات کا جامہ پہنانا اور ہے قرآنی استدلالات سے تشكیل افکار کرنا اور ہے۔ اذکار مصطفیٰ ﷺ، تذکار مصطفیٰ ﷺ کو قرآن حکیم کے آئینہ میں دیکھیں تو ایک اور نمایاں پہلو حکی وحدت کا نظر آتا ہے۔ آئیے مطالعہ کریں کہ افعال الہیہ اور اعمال خداوندی کو افعال مصطفیٰ ﷺ قرار دیا گیا۔

من عصيَّ محمداً فقد عصيَ الله، من عطىَ محمداً فقد عطا الله، محمدٌ فرق بين الناس.

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحْقُّ أَنْ يُرْضُوَهُ اللَّهُ أَوْ رَسُولُهُ مُصْطَفِيَ اللَّهِ حَتَّى دَارَ هُنَّ كَمْ مِنْ رَأْسٍ جَاءَ، خَبْرُ وَاحِدٍ مِنْ رَضَائِ اللَّهِ أَوْ رَضَائِ مُصْطَفِيِ اللَّهِ كَمْ كَوْجَعَ كَرْدِيَاً۔ آجَ كَمْ بَيْ ضَمِيرِ كَوْ يَضْمِيرُ وَاحِدٌ كَيُونَ نَظَرُهُنَّهُنَّ آتِيَ۔ اَسْ ضَمِيرُ وَاحِدٍ مِنْ سِيَامَ وَاحِدٍ، حُكْمُ وَاحِدَانَ كَمْ ضَمِيرُ مِنْ حَرْكَتٍ كَيُونَ پِيدَانَهُنَّ كَرْتَا۔

سو اگر ہم تعصبات کی عینک اتار دیں، نفترتوں کے وضع کردہ سانچے توڑ دیں۔ خود ساختہ پیاناے دور پھینکیں، دامن دل ہدایت قرآن کے چشمہ صافی کے حضور واکریں تو حقیقت رحمت رسالت محمدی ﷺ، حقیقت منزلت مصطفوی ﷺ کے گل و سرو و سمن صحن ہمارے دل و دماغ میں کھل کھل جائیں اور کہہ اٹھیں بقول مرشد گرامی حضرت اقبال

بمکملی بر سار خویش را که دیگر همه اوت است آگر با وزن سیدی تمام بلویه است

انسان کا مقصد حیات

عنبرین عاصم

زمین پر انسانی ذہن کے ارتقاء کے مراحل کا جائزہ لیا جائے تو یہیں چار نہایت واضح اور بنیادی مراحل نظر آتے ہیں۔ ارتقاء کا پہلا مرحلہ آدم سے شروع ہوتا ہے۔ اسے ہم جیروں کا دور کہہ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے جب انسان کوئی نئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ اسے ہرزاویے سے جیرت سے دیکھتا ہے۔ یہ تو عام چیز کی بات ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تو قدرت نے بے شمار جیروں کا سامان اٹھا کر دیا تھا۔

ارتقاء کا دوسرا مرحلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اسے ہم آگھی کا دور کہہ سکتے ہیں۔ بہت ساری ایسی باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ انسان کو آنے والے حالات کے بارے میں براہ راست دکھا کر سکھا رہا تھا اور آگاہ کر رہا تھا۔

ارتقاء کے تیسرا مرحلہ کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ اس دور کے آغاز کو ہم تجسس، ادراک اور بعد ازاں یقین کے دور سے تغیر کریں گے۔ وجہ ظاہر ہے کہ جب انسان کسی چیز کے تجسس میں بنتا ہوتا ہے تو وہ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے اس چیز کو درست قرار دیتا ہے یا پھر غلط لیکن کسی بھی پریکشیکل کے اختتام پر نتیجہ لازمی سامنے آتا ہے اور نتیجہ غلط ہو یا صحیح یقین کرنا لازمی ٹھہرتا ہے۔ پس حضرت انسان کا یہ دور خالصتاً تجسس سے بھر پور تھا۔

ہر دور میں انسان کاملیت کی تلاش میں رہا۔ پس انسان کے شعوری ارتقاء کا اگلا مرحلہ یا چوتھا دور حضرت محمد ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ جسے تجسس اور ادراک سے بڑھ کر دریافت اور اکنشافات کا دور بھی کہا جاسکتا ہے۔ پہلے کے تین ادوار ہزاروں سالوں پر مشتمل تھے اور ہر ایک دوسرے سے وابستہ اور مسلک تھا۔ لیکن چوتھے دور کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے بعد ارتقاء کے درجے تو ہیں لیکن اگلا دور یا پانچواں دور نہیں ہے اور یہ دور ہنی ارتقاء کے لحاظ سے کامل عروج کا دور ہے اگر اس کے بعد کچھ ہے تو صرف قیامت ہے اور یہیں سے انسان

کامل حضرت محمد ﷺ کی ہستی سے پیر کامل کا درس ملتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہوتا ہے کہ وہ بلا مقصد اس دنیا میں نہیں لایا گیا۔ اسے ذمہ داریوں کے اتحاد سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنے لئے انمول موٹی تلاش نہیں ہے۔

قرآن اور تعلیمات محمدی ﷺ کے ذریعے انسان اللہ کی مشیت سے، اس کے ارادوں سے، اس کی مرضی سے آشنا ہوا۔ انسان کو اس زمین پر اور اس کے ارگرد کام کرنے والے طبعی قوانین کے ادراک کا طریقہ سمجھ میں آیا۔ دراصل تعلیمات محمدی ﷺ کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی نظرت کے بارے میں آگئی ہوئی۔

تعلیمات محمدی ﷺ کیا ہے؟ کیسے ان پر عمل پیرا ہوا جاتا ہے؟ کیسے انسان اپنے مقصد حیات تک پہنچتا ہے؟ اس کے لئے ہم سب سے پہلے ایک مکمل کتاب قرآن پاک کے ارشادات کو تحریر کریں گے اور اس کے بعد نبی پاک ﷺ کی احادیث سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

دنیا میں آنے کا پہلا اور نبیادی مقصد تو یہی ہے کہ انسان اچھائی کو پھیلائے اور برائی سے روکے۔ ہمارے پاس ہر بات میں دو معانی ہوتے ہیں ایک رحمان کی صفت ہے ایک شیطان کی۔ اگر انسان اشرف الخلوقات سمجھ لے کہ اچھائی کیا اور برائی کیا ہے تو زندگی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے اس لئے پیدا کی گئی ہے تم اچھی باقتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باقتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (آل عمران، ۲۰:۳)

اب یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ کون سا انسان برائی سے منع کر سکتا ہے اور اچھائی کا حکم دے سکتا ہے؟ وہ کون با اختیار انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اتنا درجہ عطا کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ ”اللہ نے یہ بھی لازم کر دیا ہے کہ جن اچھی باقتوں کا حکم دیتے ہو وہ تمہارے اپنے اندر موجود ہوئیں۔ کیا لوگوں کو بھلانے کی عقل نہیں۔“ (البقرہ، ۲:۲۴۳)

زندگی گزارنے کا پہلا مقصد نظر آنا شروع ہو گیا ہے اور وہ ہے تبلیغ لیکن اچھے طریقے سے۔ پہلے خود عمل کرنا ہے پھر لوگوں کو بتانا ہے تاکہ لوگوں کو اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے وہ بات جو بتانا ضروری ہے لیکن اب ہم اپنی زندگی پر غور کریں تو بہت کم لوگ ہیں جو قوانین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنہیں سمجھانا بہت مشکل ہے۔ مقصد زندگی سے آگاہ کرنا نہایت کھنکھن ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے میرے آقا و مولا ﷺ والی دو جہاں نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے، اگر یہ بس میں نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو دل سے اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“ (مسلم)

غور کریں کہ زندگی گزارنے کا جو پہلا مقصد ہمارے سامنے آیا ہے وہ برائی سے اپنے آپ کو بچانا ہے اور بھلائی اور نیکی کے کام کرنے ہیں تو جب انسان صرف ایک ہی مقصد پورا کر لیتا ہے تو وہ بہت سی باتوں کا احاطہ کر لیتا ہے اور جو لوگ اس مقصد کو پورا نہیں کر پائے ان کے لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور (لازمی طور) پر نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ اللہ تم پر عذاب بھیج گا۔ تم اس کے حضور دعائیں کرو گے مگر وہ تمہاری دعائیں قبول نہ کرے گا۔“ (ترمذی)

اچھائی کو پھیلانے اور برائی کو روکنے میں جو چیز بنیادی کردار ادا کرتی ہے وہ ہے اتفاق۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی حیات کا دوسرا بنیادی مقصد ہے اتفاق اور یگانگت۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

”اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔“ (آل عمران: ۱۰۳)

اور نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”میں تم کو وہ بات بتاتا ہوں جس کا درجہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے زیادہ بلند ہے۔ وہ آپکی میں اتحاد و اتفاق رکھنا ہے جبکہ آپکی نفاق رکھنا بر باد کرنے والا ہے۔“ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی آیات کھول کھول کر بتاتا ہے۔ ضرورتِ صرف عقل کے درست استعمال کی ہے۔ ہمیں اجتماعی طور پر بھی اتحاد کی ضرورت ہے اور انفرادی طور پر بھی جب ہمارے ملک پر کوئی خداخواستہ آفت آتی ہے کوئی پریشانی آتی ہے تو ہم کہنے لگ جاتے ہیں کہ عذاب الہی ہے اور سب لوگ ایک دوسرے پر اس کا الزام لگادیتے ہیں کہ فلاں غلط ہے۔ لیڈر غلط ہے قوم غلط ہے لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ہم سب غلط ہیں۔ ہمیں ذاتی احتساب کی ضرورت ہے۔ ہمیں اتفاق کی ضرورت ہے۔ اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کے اصولوں پر چلنے کی ضرورت ہے۔ ہم کہتے ہیں ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ اسی لئے کہ ہم اندر ہی اندر سازشوں کے تانے بانے بنتے رہتے ہیں۔ انجانے میں کئی لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں اتفاق سے رہیں تو ہماری زندگی کا مقصد خود بخود حل ہو جائے گا۔ ہمیں شدت پسندی بھی نہیں اپنی چاہئے۔ بلکہ نرمی کے ساتھ اعتدال کے ساتھ اپنے روزمرہ امور کو سرانجام دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”ہم نے تم کو امت وسط (اعتدال پسندامت) بنایا ہے۔“ (البقرہ: ۲، ۱۳۳)

نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں:

”تم لوگ غلو (شدت پسندی) سے بچو کیونکہ تم سے بچپلی امیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔“ (ابن ماجہ)

مقصد حیات جانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پنی آنکھیں کان، دماغ کھلے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر ریسرچ کریں۔ دیکھیں کہ مالک کائنات ہمیں کیا بانا چاہتا ہے۔ غور و فکر کریں، فضول سوچوں سے اپنے آپ کو نکالتے ہوئے تدبیر کریں۔ اللہ کی حکمت یہ ہے کہ تدبیر کے بغیر عبادت بھی بے روح ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”سن لو جس تلاوت میں تدبر نہ ہو اور جس عبادت میں تفہ (ستحبہ بوجہ) نہ ہواں میں کوئی چیز نہیں“۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جو شخص کسی کو قتل کرے سوائے اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین پر فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر ڈالا“۔ (ماائدہ: ۳۲)

”بے شک دنیا کا نیست و نابود ہو جانا اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے اس سے کہ کسی انسان کو قتل کر دیا جائے“۔ (ابن کثیر)

یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قرآن پاک میں وہ دلائل جنہیں عقل انسانی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہی۔

اللہ تعالیٰ واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ کسی کو بے گناہ قتل نہ کیا جائے۔ ہمارے ملک میں ہزاروں لوگ بے گناہ قتل کر دیجے جاتے ہیں اور کسی پر اس کا کوئی اثر نہیں کیوں غافل ہو گئے ہیں ہم؟

ہمیں ایک دوسرے کو میڈیا اور اخبارات کے ذریعے لوگوں کو بتانا ہوگا کہ دیکھو کہ اسلام شدت پسند مذہب نہیں اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور غور کریں تو کیا یہ ہماری زندگی کا مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ کیا قرآن پاک کی آیات ہمیں سمجھا نہیں رہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ کیا یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنا ہے نہیں ہمیں اٹھنا ہے اور اپنے معاشرے میں سدھار پیدا کرنا ہے۔ تبلیغ کرنی ہے تاکہ بند ذہن کھل جائیں۔

ہمیں غور کرنا ہے کہ آخر وہ کون سے حالات ہیں جو معاشرے میں بے پناہ جرائم پیشہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی ﷺ پیش کرنا چاہوں گی۔

”اور ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ نہ اس کو بطور رشوت حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کا مال جان بوجھ کر کھا جاؤ“۔ (آل عمرہ: ۱۸۸)

رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

”خدا نے ایک دوسرے کا مال غصب کرنا حرام قرار دیا ہے“۔ (مندرجہ احمد)

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جنمی ہیں۔ (ترمذی)

یہ تو ہو گئی معاشرے کی ایسی لعنت جس سے بچنا ضروری ہے اور بہت سے جرائم پیشہ لوگوں کو انجام تک پہنچاتی ہے۔ اب اس بات کا بھی ذکر ہو جائے کہ جو لوگ مال دار ہیں وہ اپنے مال کو کیسے برتنی؟ ”اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو درد ناک عذاب کی بشارت دے دو۔“ (توبہ: ۳۳)

”تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اس چیز میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پیاری ہے اور جو تم خرچ کرتے ہو وہ اللہ کو معلوم ہے۔“ (آل عمران: ۹۱)

نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی ہیں:

تم پر صدقہ دینا لازمی ہے اس کے دس فوائد ہیں۔ پانچ دنیا میں اور پانچ آخرت میں حاصل ہونگے۔ دنیا میں یہ تمہارے مال کو پا کیزہ کرتا ہے تمہارے جسموں کو طمیر کرتا ہے۔ تمہاری بیماریوں کی دوا ہے۔ لوگوں میں خوشی پیدا کرتا ہے۔ رزق کو وسیع کرتا ہے، آخرت میں صدقہ دینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ سایہ میں ہوگا۔ حساب میں آسانی ہوگی، میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، پل صراط سے گزرنے میں آسانی اور جنت میں بلند درجے کا سبب ہوگا۔

ایک مرتبہ فرمایا: ”اے لوگو! اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو کیونکہ یہ مصیبتوں اور بلاوں کو کھا جاتا ہے۔

اب اگر ہم قرآن حکیم کے ارشادات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات میں غور فکر کریں تو ہمیں پہنچتا ہے کہ صدقہ ہی معاشرے میں توازن لاتا ہے۔ اگر ہم اپنے خزانے میں اضافہ کرتے جائیں گے غریب کو اس کا حق نہیں دیں گے تو غریب غریب ہوتا جائے گا اور اس طرح وہ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ جرائم پیشہ ہو جائے گا، یہاں پر ہم کہیں گے کہ وہی مقصد جو سب سے پہلے بیان کیا گیا وہ کس قدر لوگوں کی زندگی پر حاوی ہونا چاہئے کہ جس سے معاشرے بن جاتے ہیں۔ عدم تحفظ میں بنتا نہیں ہوتے۔

ایک اور بات جو کہ انسانی زندگی کو کاملیت بخشتی ہے وہ ہے عدل اور انصاف۔ بحیثیت انسان ہمیں

عدل اور انصاف کا بول بالا کرنا چاہئے۔

”بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ (ماائدہ: ۳۲)

نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی صاحب ثروت شخص کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس سے درگذر کیا جاتا لیکن جب کسی مفلس اور بے سہارا شخص سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جاتا تو اسے سخت سزا دیتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو توڑ دیا جائے؟“ (نسائی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

”جو قویں معاملات کا فیصلہ انصاف کے ساتھ نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں غربت عام کر دیتا ہے۔“ - (بیضاوی)
اب ہم اپنے اردو گرد حالات کا جائزہ لیں تو کیا یہی سب کچھ آج کے معاشرے میں نہیں ہو رہا ہے؟ تو
بجیت من حیث القوم ہمارا کیا فرض ہے؟ لوگوں کو آگاہ کرنا۔ انصاف کے اصولوں کو خود پر لا گو کرنا۔ قبل اس کے
ہم پلاک ہو جائیں۔ ہمیں بصیرت اور شعور حاصل کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”اور نصیحت تو عقل و اے ہی حاصل کرتے ہیں۔“ - (البقرہ: ۲۶۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مؤمن زمانے کی بصیرت رکھتا ہے۔“

”تم کسی کے اسلام پر تعجب نہ کرنا جب تک کہ تم جان نہ لو کہ اس کی عقل کیسی ہے؟ عقل کو اپنا رہنمایا
بناؤ تاکہ ہدایت پاؤ۔ عقل کی مخالفت مت کرو کہ تم کون دامت اور پریشانی ہو۔“

قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

”میرے بندوں سے کہہ دو وہ ایسی بات کیا کریں جو اچھی ہوں۔ (بني اسرائیل: ۵۳)

”اور اپنی آواز نیچی رکھو بلاشبہ سب سے ناگوار آواز گدھے کی ہے۔“ (لقمان: ۱۹)

”اگر تمہیں علم نہ ہو تو صاحبان علم سے دریافت کرو۔“ (انبیاء: ۷)

ان سب باتوں کے لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان زندگی کے اسرار کو جان لے۔

کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اس میں علم والوں کی تعداد بڑھادیتا ہے اور

جاہلوں کی تعداد گھٹا دیتا ہے۔

میں اس مضمون کا اختتام سورۃ الاحزاب کی آیات کے ترجمے سے کروں گی جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں: مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں،

راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، انکساری اختیار کرنے والے مرد اور

انکساری اختیار کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار

عورتیں۔ اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عصمت کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا ذکر کثیر کرنے

والے مرد اور ذکر کثیر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر کھا ہے۔“ (احزان: ۳۵)

اتنی مکمل اور جامع آیات کے بعد کیا یہ گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ ہمیں مقصد حیات سمجھ میں نہ آئے؟

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں واضح طور پر مرد اور عورت کہہ کر ذمہ داریوں کا اعادہ کیا ہے۔

ویمن اعتکاف 2011ء اور سالانہ روحانی و اجتماعی کی رپورٹ

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام ہر سال عظیم الشان شہر اعتکاف میں اجتماعی اعتکاف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس اجتماعی اعتکاف منعقد کروانے کا مقصد امت مسلمہ کو اللہ کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے اور اجتماعی عبادات کی برکات حاصل کرنے اور ان کی اخلاقی و روحانی تربیت ہے۔ الحمد للہ! حریم شریفین کے اعتکاف کے بعد یہ دنیا کا سب سے بڑا اعتکاف ہے جو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیر سرپرستی ناؤن شپ میں منعقد کیا جاتا ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی پاکستان بھر سے ہزارہ خواتین نے شرکت کی۔ پورے ملک سے منہاج القرآن ویمن لیگ کی تنظیمات کے علاوہ عوام الناس کی ایک کثیر تعداد شامل تھی جس میں ایک بڑی تعداد طالبات کی تھی۔ ویمن اعتکاف کے انتظامی امور کی سرپرستی مرکزی ناظمہ ویمن لیگ محترمہ سیمیرا رفاقت نے کی اور ان کے ساتھ ان کی پوری ٹیم نے بھرپور معاونت کی اور تمام امور کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

شیدول

بیداری + سحری (04:00 to 04:30)	نماز فجر (پنڈال میں)
خطاب (شیخ الاسلام) (04:30 to 07:00)	نماز اشراق (07:00 to 07:30)
آرام (07:30 to 12:00)	حلقاتِ عرفان القرآن اور فقہی مسائل (12:00 to 01:30)
نمازِ ظہر (01:30 to 02:00)	وقفہ (افرادی و طائفی) (02:00 to 04:00)
تنظیمی یکچر + صلوٰۃ لتسیح (04:00 to 05:00)	نمازِ عصر (05:00 to 05:30)
محفلِ نعت + ذکر (05:30 to 06:20)	افطاری + نمازِ مغرب (06:20 to 08:00)
نمازِ تراویح (08:00 to 09:45)	محفل (09:45 to 11:00)
آرام (11:00 to 02:30)	

خواتین بڑے ذوق و شوق سے 19 رمضان المبارک کی سہ پہر کو اعتکاف گاہ میں آنا شروع ہو گئیں۔ دن کا پہلا حصہ خواتین کی رجسٹریشن اور الائمنٹ میں گزر ا۔ الائمنٹ کے بعد نمازِ عصر ادا کی گئی جس کے بعد معنکفات نے اعتکاف کی نیت کی۔ دعا اجتماعی طور پر کی گئی اور اس مسنون اعتکاف کے تمام فرائض اور احکامات

باتئے گئے تمام معتقدات نے اپنے اپنے حلقوں میں روزہ افطار کیا۔ افطار کے بعد تمام معتقدات کو پنڈال میں بلوایا گیا۔ خواتین کی اعتکاف کے تمام انتظامات منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم نے سرانجام دیئے۔ ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم نے تمام معتقدات کو خوش آمدید کہا اور ان کو اس دس روزہ اجتماعی اعتکاف کے تمام معمولات سے آگاہ کیا۔ جس کی صدارت مرکزی ناظمہ ویمن لیگ محترمہ سیمیرا رفاقت نے کی۔

باجماعت نمازِ تراویح کے بعد مغل نعت و ذکر کا اهتمام کیا گیا اور رات 10:00 بجے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے معتقدات سے معتقدات سے بذریعہ ویڈیو پہلی ملاقات کی جس میں انہوں نے معتقدات کو خوش آمدید کہا اور بہت سی دعاؤں سے ہمکنار کیا۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ اس دس روزہ اعتکاف کو حسن طریقے سے گزرائیں جو حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ شیخ الاسلام نے تمام معتقدات کو نسبتِ توحید اور نسبتِ محمدی کے وظائف بھی بتائے اور انہیں ہر روز پوری توجہ کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کی۔ آپ نے ان باتوں پر زور دیا۔

۲۔ قرآن پاک پڑھنا

۱۔ کم کھانا، کم سونا اور کم بات کرنا

۳۔ حلقہ عرفان القرآن میں جانا

۴۔ وظائف کو باقاعدگی کے ساتھ پڑھنا

۵۔ اخلاقی برائیوں اور عادات کو چھوڑنا

ہر روز تمام معتقدات اپنے مقررہ وقت پر بیدار ہوتیں اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد پنڈال میں چلی جاتیں جہاں شیخ الاسلام مدظلہ نے کئی اہم موضوعات پر پیچھرہ دیئے۔ ان میں اہم موضوع "تصوف" ہے اور باقی عنوانات درج ذیل ہیں۔

۶۔ سلوک تصوف

۱۔ مرید کون ہوتا ہے؟ نیز مرید کیسے بن جائے؟

۷۔ علم، تصوف کا پہلا قدم

۲۔ صحبت

۸۔ ادب، تصوف کی طرف ایک اور قدم

۳۔ اخلاق حسنة

حلقاتِ عرفان القرآن

شیدول کے مطابق تمام معتقدات اپنے مقررہ وقت پر اپنے اپنے حلقہ جات میں جاتیں جہاں انہیں اسلام کے بنیادی احکامات سکھائے جاتے۔ معلمات نے احسن طریقے سے طہارت اور پاکیزگی کی وضاحت کی۔ اس کے علاوہ روزہ کے مسائل بھی بیان کئے گئے۔ وضو اور غسل کے درست طریقے بھی سکھائے گئے اور قرآن

پاک کی آخری دس سو تین ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھائی گئیں۔ خواتین نے بھی اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہدایات لیں۔

طالبات کے لئے الگ حلقة عرفان القرآن کا اہتمام کیا گیا جس کی معلمہ ناظمہ MSM محترمہ شاکرہ چوہدری تھیں۔ طالبات نے اپنے الگ حلقة پر انتہائی خوشی کا اظہار کیا۔ اس حلقة میں قرآنی سورتوں کا ترجمہ و تفسیر کے علاوہ طالبات سے ان کی آئندہ زندگی میں تحریک کے کام کے حوالے سے پوچھا گیا اور ان کے مسائل کا حل بھی بتایا گیا۔

محترمہ سمیرا رفاقت صاحب نے تمام طالبات کے ساتھ ایک نشست کی اور زور دیا کہ طالبات اپنے تعلیمی معمولات کے ساتھ ساتھ ملکی اور غیر ملکی حالات سے بھی باخبر ہیں اور اپنے معاشرے میں اہم کردار ادا کریں اور یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح اس معاشرے کی تبدیلی کا سبب بن سکتے ہیں؟ مخالف نعت و ذکر کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں منہاج نعت کو سلو نے اہم کردار ادا کیا۔

منہاج القرآن و یمن لیگ کی تنظیمات سے گفتگو

منہاج القرآن و یمن لیگ کی مرکزی ٹیم میں محترمہ سمیرا رفاقت، محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ نوشابہ ضیاء اور محترمہ سدرہ کرامت علی نے تطبیقی بہنوں سے ملاقات کی جو کہ پاکستان کے مختلف شہروں سے آئیں تھیں۔ اس ملاقات میں تمام شہروں کی موجودہ اور آئندہ کارکردگی پر زور دیا گیا۔ تنظیمات نے بھی اپنے اپنے علاقے کے مسائل باتیے اور ان مسائل کے حل کی تجواذیں پیش کی گئیں۔ محترمہ ساجدہ صادق نے تمام تنظیمات سے فرداً فرداً میٹنگ بھی کی جس میں تنظیمات کی تنظیم سازی اور کارکردگی زیر گفتگو رہی۔

شب بیداری

تمام طارق راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کیا گیا جس میں صلوٰۃ التراویح باجماعت ادا کی گئی۔ شہراغنکاف میں معتقدات کے لئے اجتماعی طور پر مhoffل نعت و ذکر کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا جو کہ خواتین کی طرف ویڈیو کانفرنسز کے ذریعے دکھائی جاتی تھیں۔ 27 رمضان المبارک کی طاق رات میں ایک روحانی اجتماع کا اہتمام کیا گیا جس میں پورے ملک سے ہزاروں خواتین نے شرکت کی۔ تمام شرکاء شیخ الاسلام مظلہ کے تربیتی

وروحدانی خطاب سے مستفید ہوئے۔ آخر میں شیخ الاسلام نے اجتماعی دعا بھی فرمائی۔ جسے Live طور پر تمام ٹی وی چینل نے بھی نشر کیا۔

سربراہان کمیٹی ہائز اور سربراہان تنظیمات کے ساتھ افطاری

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم نے تمام کمیٹی اور حالز کے سربراہان اور تنظیمات کے صدور اور ناظمین کے ساتھ افطاری کا اہتمام بھی کیا۔ اس افطار کا مقصد تمام خواتین کی حوصلہ افزائی اور ان کی کارکردگی پر خارج تحسین پیش کرنا تھا۔ محترمہ سیمیر ارفاقت نے تمام بہنوں کی کارکردگی پر مبارکباد دی اور ان کے کام کو سراہا۔

شیخ الاسلام کی طرف سے ویمن لیگ اور اس کی تنظیمات کی حوصلہ افزائی

شیخ الاسلام نے 28 رمضان المبارک کو منہاج القرآن ویمن لیگ اور اس کی تمام تنظیمات سے بذریعہ ویڈیو ملاقات فرمائی۔ آپ نے یہ گفتگو رات 09:00 بجے کی جس میں تمام معتقدات نے خوش آمدید کہا۔ محترمہ شمارلہ عباس نے منقبت پیش کی۔ شیخ الاسلام مدظلہ نے ویمن لیگ اور اسکی تنظیمات سے خصوصی گفتگو میں ان کے کام کو سراہا اور مبارکباد دی اور مستقبل میں استقامت اور لگن کے ساتھ دین اسلام کی اشاعت کے لئے دعائیں بھی دیں۔

میڈیاکل اور سٹالز

معتقدات کے لئے فری ڈپنسری کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں تمام امراض کی بہتر ادویات فراہم کی گئیں۔ ڈپنسری میں تجربہ کار ڈاکٹرز اور لیڈی ڈاکٹرز نے دس روزہ اعتکاف میں خدمتِ خلق کے جذبے سے اپنی خدمات سرانجام دیں۔

علاوه ازیں تمام معتقدات کی ضروریات کے پیش نظر کئی سٹالز لگائے گئے جس میں مرکزی سیل سٹر، چاج بہاؤس، ہمبر شپ، زکوٰۃ سٹالز اور کنیثین کا اہتمام بھی کیا گیا۔

اللہ کے فضل و کرم اور حضور کے نعلیں پاک کے صدقے سے یہ دس روزہ اعتکاف کامیابی سے اپنے اختتام کو پہنچا۔ شیخ الاسلام مدظلہ نے اختتامی دعا سے قبل تمام معتقدین و معتقدات کو تلقین کی کہ وہ خلوص نیت سے رضاۓ الہی کے حصول کے لئے عبادات کریں اور اس دین کی خدمت کریں۔ ہر روز قرآن پاک پڑھیں اور سمجھیں۔ آپ نے ہر ایک کو عبادت میں استقامت سے عمل کرنے کی تلقین کی اور پھر اجتماعی دعا فرمائی جس میں امت مسلمہ کی خوشحالی اور عروج کے لئے دعائیں مانگیں گئیں۔

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنسٹیشن کی انٹرنسٹیشن ڈے آف پیس میں شرکت اور خطاب

مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن اور مرکزی صدر پاکستان عوامی تحریک محترم صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی نے URI کے زیر انتظام پیس سنٹر لاہور میں منعقدہ انٹرنسٹیشن ڈے آف پیس کافرنس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کر کے تحریک منہاج القرآن کی نمائندگی فرمائی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہ میں تحریک منہاج القرآن انٹرنسٹیشن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، دنیا کے 90 ممالک میں قائم منہاج القرآن کی آرگانائزیشنز، مرکزی تنظیم کی جانب سے URI ایشیا سب ریجن پاکستان کے تمام آفس یعنی رکو انٹرنسٹیشن یوم امن کافرنس کے انعقاد اور انتظام و انصرام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کی جانب سے آپ کو اور تمام مذاہب کے پاکستانی شہری بھائیوں کو دنیا بھر اور پاکستان میں قیام امن کیلئے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ سب کو اپنے ملک عزیز پاکستان میں خوشی و سلامتی سے جینے، پروان چڑھنے اور اپنے پیارے ملک پاکستان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے اور سے ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام مذاہب کی مقتدر شخصیات کے علاوہ کافرنس میں مفت آف ہیومن ریسائیڈ مائیورٹیز صوبہ پنجاب جناب کامران مائیکل، ماذریٹ چرچ آف پاکستان کے بشپ سمیل رابرٹ، ایم پی اے رانا آصف محمود، نیشنل کوآرڈی نیٹر NCID نے بھی شرکت کی۔ محترم فادر فرانس ندیم اور ریجبل کو آرڈینیٹر URI پاکستان اور محترم فادر جیمز چن جنہوں نے کافرنس کا اہتمام کیا تھا نے خصوصی شرکت کی، بعد ازاں ہیومن ریسائیڈ مائیورٹیز افیئر ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کے سیکریٹری جناب ارشد بن احمد نے مرکزی امیر تحریک اور مرکزی صدر پاکستان عوامی تحریک کی کافرنس میں شرکت اور خطاب کو سراہتی ہوئے Letter of appreciation بھی جاری کیا اور عالمی امن اور انسانیت کے لئے تحریک منہاج القرآن انٹرنسٹیشن کے بانی و سرپرست اعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کاوشوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔